رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور
رمضان المبارک

تحقیق و ترتیب: شیریں زادہ خدوخیل

Marfat.com

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ اور رمضان المبارک

عہد نبوی ﷺ کے رمضان المبارک کے مہینوں کی مکمل روداد

22796

تحقیق و ترتیب
شیریں زادہ خدوخیل

الفیصل ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Marfat.com

297-9921
ش 189
١٢٧٥٨٧
ک

فروری 2007ء
محمد فیصل نے
تعریف پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔
قیمت: -/125 روپے

AI-FAISAL NASHRAN
Ghazni Street, Urdu Bazar, Lahore, Pakistan
Phone : 042-7230777 Fax : 09242-7231387
http : www.alfaisalpublishers.com
e.mail : alfaisal_pk@hotmail.com
e.mail : alfaisalpublishers@yahoo.com

Marfat.com

اپنی والدہ شریفہ اور

اپنی خالہ بخت سلطانہ کے ممتا بھرے پیار

اور

بے غرض پرخُلوص دعاؤں کی نذر

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

1	چراغ جلتے رہیں گے	9
2	روزہ ایک تقابلی جائزہ	11
3	خوش آمدید رمضان	33
4	نزول قرآن اور ماہ رمضان المبارک	41
5	فضائل رمضان	49
6	عہد نبوی ﷺ کے رمضان میں پیش آنے والے اہم واقعات	57
7	رمضان المبارک میں پیش آنے والے غزوات وسرایا	83
8	رسول اکرم ﷺ سے رمضان المبارک میں صادر ہونے والے معجزات	107
9	رمضان المبارک میں وفود بارگاہ نبوی ﷺ میں	127
10	معمولات نبوی ﷺ ماہ رمضان المبارک میں	135
11	الوداع ماہ رمضان	145
12	عہد نبوت کے رمضان کے واقعات کا اختصاریہ	150
13	ماخذ	153

Marfat.com

Marfat.com

چراغ جلتے رہیں گے

رمضان المبارک بہت بابرکت مہینہ ہے۔اس کے فضائل اور برکات اتنے کثیر ہیں کہ اس موضوع پر جتنا بھی لکھا جائے پھر بھی کم لگتا ہے۔اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دور میں اپنے عہد کے بے شمار جید علماء وفضلاء نے اسلام کے اس بنیادی رکن پر بہت وقیع مدلل اور بصیرت افروز انداز میں خامہ فرسائی کی ہے اور یہ سلسلہ تا ابد جاری رہے گا۔مطالعہ کے نت نئے پہلو سامنے آتے رہیں گے۔ چراغوں سے چراغ جلتے رہیں گے۔لیکن ہم کو یہاں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ ہم نے اس کتاب میں کوئی نئی بات نہیں کی ہے بلکہ ان روشن چراغوں سے اپنا ایک دیا روشن کیا ہے اور سیرۃ النبی ﷺ کی تناظر میں عہد نبوی ﷺ کے رمضان المبارک کے مہینوں کی مکمل روداد مرتب کرنے کی سعی کی ہے۔اس میں نئی بات اگرچہ کوئی نہیں ہے تاہم اس ترتیب سے عہد نبوی ﷺ کے رمضان المبارک کے مہینوں کا جائزہ شاید کسی نے لیا ہو۔اس کوشش میں ہم کہاں تک کامیاب ہو سکے اس کا فیصلہ تو اصحاب نظر کریں گے مگر ہم نے اپنے طور پر ممکنہ حد تک کمزور اور اختلافی روایات کو نظر انداز کر کے اس روداد کو عام فہم زبان میں لکھنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کہیں کوئی کوتاہی نظر آئے تو وہ غیر دانستہ ہوگی۔جس کے لیے نہ صرف معذرت بلکہ اگر اس کی نشاندہی کی گئی تو آئندہ ایڈیشن میں بصد شکریہ اس کی تصحیح بھی کی جائے گی۔

شیریں زادہ خدوخیل

ماہر مضمون اردو

گاؤں وڈاکخانہ غورغشتو (بونیر) براہ صوابی

صوبہ سرحد

14 مئی 2006ء

Marfat.com

Marfat.com

روزہ ایک تقابلی جائزہ

روزے کا مفہوم اور معنی

روزے کو عربی میں ''صوم'' کہتے ہیں۔ اس کے لفظی معنی ''چپ رہنے'' کے ہیں، بعض مفسرین کی تفسیروں کے مطابق قرآن پاک میں اس کو کہیں کہیں صبر بھی کہا گیا ہے۔ جس کے معنی ضبط نفس، ثابت قدمی اور استقلال کے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں روزے کا کیا مفہوم ہے۔ اسلام میں روزہ درحقیقت نفسانی، جسمانی خواہشات سے اپنے آپ کو روکنے اور ڈگمگا دینے والے موقعوں پر اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنے کا نام ہے۔ روزمرہ زندگی میں عام طور سے نفسانی خواہشوں اور انسانی حرص و ہوا کا مظہر تین چیزیں ہیں یعنی کھانا، پینا اور جنسی تعلقات، اِن سے ایک مقررہ وقت تک خود کو روکے رکھنے کا نام شرعاً ''روزہ'' ہے۔ لیکن ان ظاہری خواہشات کے ساتھ باطنی خواہشات اور برائیوں سے دل اور زبان کا محفوظ رکھنا بھی خواص کے نزدیک روزہ کی حقیقت میں داخل ہے۔[1]

اسلام سے قبل روزہ

اسلام سے قبل تمام مذاہب عالم میں روزہ کسی نہ کسی طور پر مروج رہا۔ کیونکہ تمام مذاہب میں روحانی بالیدگی اور ترقی کے لیے فاقہ کشی اور ریاضت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ پُرخوری اور بسیار خوری کو کسی مذہب میں بنظر استحسان نہیں دیکھا گیا ہے۔ بلکہ وحشی اقوام جن میں مذہب کا تصور تک مفقود ہے۔ ان میں بھی روزے کا تصور کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا ہے۔

Marfat.com

غیر الہامی اور مشرکانہ مذاہب میں روزے کی ابتدا اور حقیقت کے اسباب خواہ کچھ ہی ہوں۔ لیکن الہامی مذاہب میں روزہ اپنی ابتدا اور تشریح میں کسی وکالت اور قیاس کا محتاج نہیں اور اسے اللہ کی جانب سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد خداوندی ہے۔

''اے لوگوں! جو ایمان لائے ہو۔ تم پر روزے فرض کردیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض کردیے گئے تھے۔ تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ ۲

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ روزے کی فرضیت کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان تقویٰ کی راہ اپنائے، ان کی نفسانی خواہشات، خیالات اور احساسات کا رخ اللہ کی طرف رہے۔ انسان صبر وتحمل اور برداشت کا نہ صرف عادی بن جائے بلکہ وہ نفس کو اپنے تابع کر کے صراط مستقیم سے ہٹنے نہ پائے اور روحانی بالیدگی حاصل کرے۔

اسلام میں روزے کا جو تصور ہے اور جس انداز سے مروج ہے۔ ادیان سابقہ میں وہ ہمیں نظر نہیں آتا۔ روزہ اسلام میں عبادت کا تیسرا اور بنیادی رکن ہے اور یہ سب کے لیے ہے مگر ادیان سابقہ میں اس طرح کا کوئی تصور ہمیں نہیں ملتا۔ روزے کے اصول احکام اور طریقے میں اگرچہ کافی اختلافات ہیں لیکن ان اختلافات کے باوجود ہم کسی ایسے مذہب کا نام نہیں لے سکتے۔ جس کے مذہبی نظام میں روزہ مطلقاً تسلیم نہ کیا گیا ہو۔

قدیم غیر الہامی مذاہب میں روزہ

مذاہب عالم میں سب سے پرانا مذہب ہندومت تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کے بہت سے رسوم اور عبادات تقریباً چھٹی صدی قبل مسیح یا بعد میں شروع ہوئے ہیں اور اس میں تقریباً ہر اس مذہب کی کوئی نہ کوئی صورت یا انداز ملتا ہے جو یہاں کبھی قابل تصور یا فعال رہا۔ اس کے ساتھ دوسرے مذاہب کے برعکس اس کا کوئی قابل ذکر بانی اور پیغمبر بھی ہمیں نظر نہیں آتا۔ اگرچہ اس کی تاریخ میں بہت سے عظیم اُستاد اور پیشوا گزرے ہیں مگر ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کی تعلیمات بعد کی ہندو فکر کا سرچشمہ بنی ہوں۔ ۳ لیکن اس کے باوجود ہم

Marfat.com

دیکھتے ہیں کہ ہر ہندی مہینہ کی گیارہ اور بارہ تاریخ کو برہمن کے لیے اکادشی کا روزہ ہے۔اس حساب سے ہندومت میں سال کے 24 روزے بنتے ہیں۔بعض برہمن کاتک (یعنی 17 اکتوبر سے 15 نومبر تک) کے مہینہ میں ہر پیر کو روزہ رکھتے ہیں۔جو ہندو جوگی چلہ کشی کرتے ہیں وہ چالیس دن تک کھانے پینے سے احتراز کرتے ہیں۔ہندومت میں روزہ صرف برہمن کے لیے ہے۔غیر برہمن اس سے مستثنیٰ ہیں۔؎ مگر یہ روزہ (برت) دھرم کی رو سے فرض نہیں۔اس کے علاوہ بعض نذر و نیاز مقاصد اور خواہشات کے حصول کے لیے بھی روزے رکھے جاتے ہیں۔جس کی نوعیت اور مدت کے اعتبار سے مختلف قسمیں ہیں۔جس کا مختصر مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔

اپواس روزہ:

یہ اوسط درجے کا روزہ ہے۔جس میں روزے کی تمام شرائط پوری ہو جاتی ہیں۔اس میں روزہ رکھنے والا ایک دن مقرر کر لیتا ہے اور اپنے دل میں اس ہستی کا نام لیتا ہے جس کی نذر و نیاز کے لیے یہ روزہ رکھنا مقصود ہو۔مثلاً خدا یا کوئی دیوی دیوتا وغیرہ۔روزہ دار روزے سے ایک دن قبل دوپہر کے وقت کھانا کھا لیتا ہے۔پھر دانتوں کی خلال اور مسواک کے بعد دوسرے دن کے روزے (برت) کی نیت کر لیتا ہے۔اور اسی وقت کھانا پینا بند کر دیتا ہے۔یہ دوپہر کا کھانا ایک طرح سحری کے مانند ہوتا ہے۔دوسرے دن روزہ دار غسل کے بعد دن کے فرائض پورے کرتا ہے اور چلو میں پانی لے کر چاروں طرف پھینکتا ہے اور جس ہستی کے لیئے روزہ رکھا ہوا سی کو پکارتا ہے۔پھر دوسرے دن سورج طلوع ہونے کے بعد اسے اختیار ہوتا ہے کہ وہ روزہ اسی وقت یا دوپہر کو افطار کر لے۔اس روزے کا نام اپواس بمعنی ''بھوکا رہنے'' کا ہے تاہم اگر کھانا ایک دوپہر سے دوسرے دوپہر تک ہوتو پھر اس روزے کو اپواس نہیں بلکہ ''لاکانت'' کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

پراک روزہ

اس روزے میں روزہ دار مسلسل تین دن دوپہر کے وقت کھانا کھاتا ہے۔ پھر آئندہ تین دنوں میں صرف رات کے وقت طعام لیتا ہے اور پھر اس کے بعد تین یوم مسلسل روزہ رکھتا ہے اور اس کے درمیان قطعاً افطار نہیں کرتا۔ پراک روزے سے ملتا جلتا ''کرچھرا'' روزہ بھی ہے مگر یہ مختصر اور صرف چار دن کا ہوتا ہے۔

چندرابن کا روزہ:

یہ روزہ پورے چاند کے دن رکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے دن روزہ دار صرف ایک لقمہ کھاتا ہے۔ تیسرے دن دو لقمے چوتھے دن تین لقمے، یہ اضافہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے یہاں تک کے نئے مہینے کا چاند نظر آئے۔ اس دن روزہ دار مکمل برت رکھتا ہے اور پھر دوسرے دن وہ اپنے مقررہ کھانے سے ایک ایک لقمہ گھٹاتا ہے یہاں تک پھر پورا چاند ہو جائے اس دن روزہ دار مکمل برت رکھتا ہے۔ اور یہ روزہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اس طرح کا ایک اور روزہ ''ماسواس'' بھی ہے۔ جس کا دورانیہ ایک مہینہ ہے مگر یہ مسلسل اور بغیر افطار کے ہوتا ہے

ہندو مت میں اور چند خاص روزے:

ہندوؤں کے یہاں ہر مہینے کے نصف روشن کا آٹھواں اور گیارہواں دن روزے کا ہوتا ہے۔ لیکن لوند کا مہینہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ ہندوؤں کے یہاں یہ منحوس مہینہ ہے، لوند سے مراد وہ مہینہ ہے جو ہر تیسرے برس شمسی حساب سے بڑھایا جاتا ہے اس لیے یہ مہینہ حساب سے خارج ہے۔

مہینہ کا گیارھواں خاص طور مقدس ہے۔ اس دن برہمن نہ صرف روزہ رکھتے ہیں اور غسل کرتے ہیں بلکہ رات بھر جاگ کر عبادت بھی کرتے ہیں، چیت، ساون، بھادوں اور کاتک میں بھی مخصوص ایام میں روزے رکھتے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں برہمن خواتین ماگھ کی

Marfat.com

تیسری تاریخ کو 24 گھنٹے کا خاص روزہ رکھتی ہیں۔اس روزے کو "گوری ترتیہ" کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔روزہ دار عورتیں دوسرے دن صبح افطار کرنے کے بعد اپنے سسرالیوں کو تحفے تحائف دیتی ہیں۔ یہ ہندومت کے وہ خاص روزے ہیں جن کا ذکر البیرونی نے "کتاب الہند" میں کافی صراحت سے کیا ہے۔مگر اب ان روزوں کی ماہیت کافی بدل چکی ہے۔لیکن آج بھی ہندو عموماً اپنی خوشی سے نفل کے طور پر (برت) روزے رکھتے ہیں۔ ۵

منو کے ضابطہ کے مطابق روزہ خدا یا دیوی دیوتا کی خوشنودی یا روحانی بالیدگی کے نکتہ نظر سے نہیں بلکہ ایک سزا کی طور پر رکھا جاتا ہے۔اس ضابطہ قانون کے مطابق بُرا بولنے کی سزا خاموشی ہے۔ برے ذہن کی سزا (بھوک) روزہ ہے اور برے اعمال کی سزا سانس پر قابو پانا ہے۔٦

ہندومت کے بعد جینی دھرم میں بھی روزے کے بہت سے احکامات ہیں۔ ان میں چالیس چالیس دن کا ایک ایک روزہ بھی ہوتا ہے گجرات، دکن میں اب بھی ہر سال جینی کئی کئی ہفتے کا روزہ رکھتے ہیں ے جبکہ فاقہ، چلہ اور نفس کشی تو بدھ مت کے بنیادی صفات ہیں۔ پرانے بدھ مت میں روزے کا خاص اہتمام تھا مگر دور حاضر میں بدھ مت کے پیروکار روزے کے بہ نسبت کھانے پینے میں احتیاط برتنے پر زور دیتے ہیں تاہم تبت کے بدھ اب بھی بعض تہواروں پر روزہ رکھتے ہیں۔ ہنایان فرقے میں بدھ مت کے پیروکار نہ صرف روزہ رکھنے کے پابند ہوتے ہیں بلکہ بھکشوؤں کے لیے کھانا فراہم کرنا اور مذہبی مقامات کی تعمیر میں حصہ لینا بھی "ست پٹک" کی رو سے لازم ہے۔ ۸

پارسی مذہب میں اگرچہ عام پیروکاروں پر روزہ فرض نہیں لیکن ان کی الہامی کتاب سے روزے کی وجود کا ثبوت ملتا ہے۔خصوصاً ان کی مذہبی پیشواؤں کے لیے پنجسالہ روزہ ضروری تھا ۹

قدیم بابل، اشوری اور مصری تہذیبوں میں بھی روزہ دیگر مذہبی تہواروں کے شمول میں نظر آتا ہے کنفیوشس تعلیمات میں بھی روزے کا تذکرہ ہے۔قدیم امریکی باشندے

Marfat.com

قدرتی آفات اور تباہ کاریوں سے بچنے اور خدا کو راضی کرنے کے لیے روزے رکھتے تھے قدیم میکسیکو اور پیرو کے باشندے بھی خدا کے لیے روزے رکھتے تھے۔ الغرض جتنے بھی بڑے اور قابل ذکر غیر الہامی مذاہب گزرے ہیں یا موجود ہیں ان میں روزہ کسی نہ کسی شکل میں آج بھی موجود ہے اور اس کی افادیت مسلّمہ ہے۔ ۱۰

عربوں میں بھی اسلام سے پہلے روزے کا تصور موجود تھا۔ قریش مکہ زمانہ جاہلیت میں عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ رکھتے تھے اور اس دن خانہ کعبہ پر نیا غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ ۱۱ بعض پجاری اور ہکلوں کے ارباب حل وعقد ستاروں اور ہیکلوں کے نام پر عبادت کی غرض سے روزہ رکھتے تھے۔ بعض قبیلوں میں ایک مہینہ روزہ رکھنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ۱۲

یہودیت میں روزہ

قدیم الہامی مذاہب میں یہودیت خاص کر قابل ذکر ہے۔ یہود کے مذہبی فرائض میں روزے کا ذکر ہمیں خصوصیت سے ملتا ہے۔ کتاب مقدس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر احکامات عشرہ کی نزول کا حال ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

''سو وہ چالیس دن اور چالیس رات وہیں خداوند کے پاس رہا اور نہ روٹی کھائی نہ پانی پیا اور اس نے ان لوحوں پر اس عہد کی باتوں کو یعنی دس احکام کو لکھا'' ۱۳

چنانچہ یہود حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی پیروی میں چالیس دن کا روزہ رکھنا اچھا سمجھتے ہیں لیکن چالیسویں دن کا روزہ یہود پر فرض ہے جو ان کے ساتویں مہینہ تشرین کی دسویں تاریخ کو پڑتا ہے۔ اس کو ہم مسلمان عاشورہ جبکہ یہود یوم کفارہ (Yom Kippur) کہتے ہیں۔ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کے دس احکام ملے تھے۔ اسی لیے تورات میں اس دن کے روزے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ یہودی صحیفوں میں دوسرے روزوں کے احکام بھی بتصریح مذکور ہیں۔ یہود میں چپ کا روزہ بھی رکھا جاتا تھا۔ اور اس دن روزہ دار کو دن بھر خاموش رہنا پڑتا تھا۔

Marfat.com

''پھر اگر کوئی آدمی تجھے نظر آئے۔ تو اس سے کہہ دے کہ میں نے رحمان کے لیے روزے کی نذر مانی ہے۔ اس لیے آج بھی میں کسی سے نہ بولوں گی'' (14) یہود نے مختلف زمانوں میں مختلف واقعات کی یاد منانے کے لیے اس دن کو روزہ رکھنا خود پر لازم تصور کیا۔ جس کی وجہ سے ان کے ہاں روزوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اور ان میں زیادہ ترغم کے روزے تھے۔ اس غم کو ظاہر کرنے کے لیے وہ اپنی ظاہری صورت کو بھی اداس غمگیں اور پژمردہ بنالیتے تھے جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانے میں ان خود ساختہ روزوں سے اپنے ماننے والوں کو منع کردیا۔ غالباً اسی قسم کے کسی روزہ کا موقع تھا کہ بعض یہودیوں نے آکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کیا کہ تیرے شاگرد روزہ کیوں نہیں رکھتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

''کیا باراتی جب تک دولہا ان کے ساتھ ہے، روزہ رکھ سکتے ہیں، جب تک دولہا ان کے پاس ہے روزہ نہیں رکھ سکتے، پر وہ دن آئیں گے کہ جب دولہا ان سے جُدا کیا جائے گا، تب انہیں دنوں میں روزہ رکھیں گے'' (مرقس باب 2 آیات 20-18)

یعنی جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجود ہیں غم کرنے کی ضرورت نہیں۔ عہد نبوی ﷺ میں یہود مدینہ عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ یہود کے روزے میں سحری نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ افطاری کے وقت سے شروع ہوکر دوسرے دن کے غروب آفتاب تک مسلسل ہوتی تھی، یہود روزے کا اس قدر اہتمام کرتے کہ اگر روزے کے دوران ان کا کوئی مہمان آتا جو اگرچہ کسی اور مذہب کا ماننے والا کیوں نہیں ہوتا ان پر بھی یہ روزہ فرض ہو جاتا تھا۔ ۱۵؎ مگر امتداد زمانہ کے ہاتھوں اب یہود میں روزہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ تاہم یہودیوں کے ہاں یوم کفارہ Yom Kippur یعنی عاشورہ کے دن اب بھی عموماً روزہ رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ دن تمام یہودی تہواروں میں مقدس ترین دن ہے۔ اس دن روایتی طور پر کام کرنے اور کھانے پینے سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ دن بھر عبادت کی جاتی ہے اور اپنی مغفرت کے لیے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ اور یوم استغفار کے طور پر اس دن کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔ ۱۶؎

Marfat.com

مسلمانوں کے نزدیک بھی یہ دن بہت قابل احترام ہے۔ شمائل ترمذی کی شرح میں مولانا محمد زکریاؒ تحریر فرماتے ہیں'' کہ عاشورہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت نوحؑ کی کشتی کنارے پر آئی۔ یہود کو فرعون سے نجات ملی، اسی دن حضرت یوسفؑ کنویں سے نکالے گئے۔ اسی دن حضرت ایوبؑ کو صحت یابی ملی۔ حضرت ابراہیمؑ کی ولادت اور حضرت سلیمانؑ کو سلطنت ملی۔

ہجرت مدینہ کے بعد رسول اکرم ﷺ نے بھی عاشورہ کا روزہ رکھنا شروع کیا۔ حنفیہ کے نزدیک رمضان کے روزے فرض ہونے سے قبل یہ روزہ مسلمانوں پر فرض تھا۔ مگر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو اس کی فرضیت منسوخ ہوئی۔ لیکن فضیلت اب بھی باقی ہے تاہم یہود سے مشابہت سے بچنے کے لیے عاشورہ کے روزے کے لیے ایک روزہ زائد رکھنا چاہئے۔ کیونکہ تنہا عاشورہ کا روزہ احسن نہیں گردانا گیا ہے۔ [17]

عیسائیت میں روزہ:

ابتدا میں یہودیت اور عیسائیت میں چونکہ دوئی نہ تھی۔ عیسائی خود کو موسوی شریعت کے تابع قرار دیتے تھے اور یہود بھی عیسائیوں کو اپنا ایک بگڑا ہوا فرقہ سمجھتے تھے۔ اس لیے یہود کے جو فرض روزے تھے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکار بھی رکھتے تھے کیونکہ حضرت عیسیٰ نے موسوی شریعت کے فرض روزوں کو نہیں بلکہ یہود کے خود رائج کردہ روزوں سے لوگوں کو منع فرمایا تھا جن کی تعداد ساٹھ ستر سے متجاوز تھی۔ ان سے قبل حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی روزہ دار رہے تھے اور ان کے ماننے والے بھی روزوں کے پابند تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ثابت ہے کہ انہوں نے چالیس دن کا روزہ جنگل میں رکھا تھا اور اپنے حواریوں کو بھی بے ریا اور مخلصانہ روزے رکھنے کی نصیحت فرمائی اور انہیں تاکید کی۔

''پھر جب تم روزہ رکھو'' ریاکاروں کی مانند اپنا چہرہ اداس نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں تاکہ لوگ ان کو روزہ دار جانیں، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے بلکہ

Marfat.com

جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور منہ دھو، تاکہ آدمی نہیں بلکہ تیرا باپ جو پوشیدگی میں ہے تجھے روزہ دار جانے، اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا'' (متی باب 6 آیات 18-16)

ایک دوسرے مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواری پوچھتے ہیں کہ ہم ناپاک روحوں کو کس طرح نکال سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ جنس سوائے دعا اور روزے کے کسی اور طرح سے نہیں نکل سکی'' (متی)

عیسائیت کو قبول عام ملنے کے بعد ابتدائی زمانہ میں روزہ کفارے اور مغفرت کے لیے رکھا جانے لگا۔ پہلی دو صدیوں میں کرسچن چرچ کے ماننے والے رضا کارانہ طور پر روزے رکھتے تھے۔ مخصوص تہواروں، نام رکھنے اور مذہبی رسومات کے موقعوں پر روزہ ایک نفلی عبادت کے طور پر رکھا جاتا تھا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد روزہ فرض ہوا اور بعد میں اس میں مزید اضافے بھی کیے گئے ایسٹر کا تہوار جو عیسائی اس عقیدے کے بنیاد پر مناتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہو کر دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اس تہوار کے موقع پر عیسائی دنیا میں روزہ رکھا جاتا تھا۔ آج بھی یہ تہوار 22 مارچ سے 25 اپریل کے درمیان کسی اتوار کو منتخب کر کے منایا جاتا ہے۔ ابتدا میں ایسٹر کے موقع پر چالیس گھنٹے کا روزہ رکھا جاتا تھا۔

مگر چھٹی صدی میں اس روزے کو چالیس گھنٹے کی بجائے چالیس دن تک بڑھا دیا گیا کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن قبر میں گزارے تھے۔ تاہم اس میں یہ نرمی کی گئی کہ اس طویل روزے میں روزہ دار کو روزانہ صرف ایک وقت اور ایک چیز کھانے کی اجازت دی گئی۔

اصلاحات کے بعد پروٹسٹنٹ چرچ والوں نے بھی روزہ برقرار رکھا لیکن بعض مواقع پر فرض کی بجائے اس کو نفلی عبادت کے درجہ میں رکھا گیا اس کے باوجود قدامت پسند پروٹسٹنٹوں نے اس کی اور دیگر روایتی تہواروں کے مواقع پر عائد کردہ روزوں کی مذمت کی۔ مگر ارتھوڈکس Orthodox چرچ روزوں کی فرضیت پر سختی سے قائم رہا جبکہ رومن

Marfat.com

کیتھولک ایک حد تک جزوی روزہ رکھنے لگا اور بعض مخصوص کھانوں سے مخصوص ایام میں گریز کی راہ اپنالی۔ رومن کیتھولک ایسٹر کے تہوار کے دوران 21 مارچ یا اس کے بعد عشا بدھ اور مقدس جمعہ کے دن روزہ رکھتے ہیں اور لینٹ Lent یعنی ایسٹر کے چلہ میں گوشت کھانے سے بچتے ہیں۔

پروٹسٹنٹ، آرتھوڈکس اور رومن کیتھولک ایسٹر تہوار سے قبل کفارے کے روزے رکھتے تھے لیکن لینٹ Lent کے روزوں پر پروٹسٹنٹ اور اینگلن چرچوں کے مابین نزاع ہے۔ دوسری طرف رومن کیتھولک نے گزشتہ صدی میں روزے کی قوانین میں بہت نرمی کی اور پوپ پال VI نے فروری 1966ء میں صرف عشا بدھ Ash Wednesdey اور جمعہ مقدس Good Friday کا روزہ جاری رکھنے کا اعلان کیا۔

عیسائیت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں عیسائی روزہ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب دینے کی یاد میں رکھتے تھے اور جمعہ کا روزہ ان کی عبادت کا اہم حصہ تھا۔ مگر بعد میں عیسائی بھی یہود کی طرح روزہ کے بارے میں اس قدر افراق اور تفریق کے شکار ہوئے کہ اصل تعلیمات کو انجیل کی طرح گم کر بیٹھے اور اب اگر چند ایک روزے باقی بھی ہیں تو ان کے متعلق اس قدر شکوک اور اعتراضات کی بھرمار ہے۔ کہ عام عیسائی اس سے گریز ہی بہتر سمجھتا ہے۔ ۱۸

انبیاء کرامؑ کے روزے:

احادیث مبارکہ میں مختلف انبیا کرامؑ کے روزوں کا احوال بیان ہوا ہے۔ انبیاء کرام میں حضرت نوح علیہ السلام صائم الدھر تھے یعنی روزانہ باقاعدگی سے روزہ رکھتے تھے۔ سیدنا داود علیہ السلام ایک دن ناغہ کرتے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے جس کو رسول اکرم ﷺ نے بہترین روزہ داروں میں سے بتایا ہے ۱۹ فرعون کے غلبہ سے نجات کے شکرانے کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام باقاعدگی سے دسویں محرم کا روزہ رکھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن روزہ اور دو دن افطار فرمایا کرتے تھے۔ اس طرح دیگر انبیاء کرامؑ کے بھی

Marfat.com

مختلف معمولات رہے ۲۰۔ رسول اکرم ﷺ کا معمول رمضان المبارک سے قبل مختلف ایام میں روزہ رکھنے کا تھا۔ کبھی تو آپ ﷺ مسلسل روزہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام "یہ سمجھتے لگتے کہ آپ ﷺ اس ماہ میں افطاری نہیں کریں گے اور کبھی آپ ﷺ متواتر افطاری فرماتے تھے اور صحابہ کرامؓ کا خیال ہوتا کہ اس ماہ آپ ﷺ روزہ ہی نہیں رکھیں گے لیکن ہجرت مدینہ کے بعد جب روزے فرض ہوئے تو آپ ﷺ نے رمضان المبارک کے علاوہ کسی اور مہینے کے مکمل روزے نہیں رکھے۔ ۲۱۔ تاہم شعبان میں آپ ﷺ دوسرے مہینوں کے بہ نسبت زیادہ روزے رکھا کرتے تھے۔ ابن ماجہ اور جامع ترمذی میں روایت ہے کہ آپ ﷺ کا ہفتہ وار معمول ہفتہ میں دو دن روزہ رکھنے کا تھا اور آپ ﷺ پیر اور جمعرات کے دن عموماً روزہ رکھتے تھے جب آپ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہر پیر اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور مجھے یہ بات پسند ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میں روزے کے حالت میں ہوں۔ ۲۲۔ جمعہ کے دن بھی روزہ ثابت ہے لیکن ہفتہ کے دن روزہ رکھنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ ۲۳۔

ہر ماہ تین روزے رکھنا آپ ﷺ کی معمولات میں شامل تھا۔ دسویں محرم کا روزہ بھی آپ ﷺ پابندی سے رکھتے تھے ۲۴۔ جبکہ جاڑے کے روزے کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو مفت کا مال غنیمت ہے۔ ۲۵۔

اسلام کا روزے میں اصلاحات:

روزہ درحقیقت نفس کو مغلوب کرنے کا نام ہے۔ نفس کو زیادہ سے زیادہ مغلوب کرنے کی خاطر سابقہ اقوام اپنی طرف سے روزے کی اندر اختراع کر کے نت نئے امور ایجاد کیے جس کی وجہ سے غلو اور تحریف کا دروازہ کھل گیا ۲۶۔ جس کی وجہ سے روزہ ایک مشکل اور کٹھن عبادت بن گیا۔ عام آدمی کے لیے روزہ رکھنا تقریباً ناممکن ہوگیا اور یہ سکڑ کر صرف چند گنتی کے خواص تک محدود ہو کر رہ گیا۔ اسلام سے قبل ہر طرف اندھیرے ظلمت اور اخلاقی رذائل

Marfat.com

کا ایک اہم سبب روزے کی عدم موجودگی بھی تھی جس کی وجہ سے عام معاشرہ سرعت سے روحانی طور پر زوال کا شکار ہوا۔ آج اگرچہ اُمت مسلمہ اقتصادی سیاسی اور جدید سائنسی ترقی کے میدانوں میں بہت پسماندہ ہے لیکن وہ روحانی طور پر اب بھی دیگر اقوام سے بہت آگے صرف اس سبب سے ہے کہ آج بھی مسلمان من حیث القوم با قاعدگی سے روزہ رکھتے ہیں ،سال بھر کے گیارہ مہینوں کی کثافت اگرچہ اس ایک ماہ میں مکمل طور پر صاف تو نہیں ہوتی مگر کافی حد تک دُھل جاتی ہے۔ اسلام نے روزہ کو قبول عام عبادت بنانے کے لیے حسب ذیل اصلاحات کیے۔

ایام روزہ کی پابندی:

اسلام میں روزہ کی فرضیت بتدریج عائد کی گی تا کہ نفس انسانی آہستہ آہستہ اس اہم ذمہ داری کو اٹھانے کے قابل ہو سکے۔ پہلے زمانہ کی تخصیص کے بغیر سورۃ بقرہ میں ارشاد فرمایا گیا:

''اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند ہی دن ہیں۔'' (آیات 84-183)

پہلی امتوں پر ہر ماہ میں تین دن کے روزے فرض تھے ، یہ حکم حضرت نوح علیہ السلام سے عہد نبوی ﷺ تک برقرار رہا۔ نبی کریم ﷺ نے ابتدا میں مسلمانوں کو ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنے کی ہدایت فرمائی تھی مگر یہ روزے فرض نہ تھے۔ پھر سنہ ۲ ہجری میں رمضان المبارک کے روزوں کا یہ حکم نازل ہوا لیکن اس میں اتنی رعایت رکھی گئی کہ جو لوگ روزے کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور پھر بھی روزہ نہ رکھیں تو وہ ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ بعد میں دوسرا حکم نازل ہوا اور یہ عام رعایت منسوخ کر دی گئی۔[۲۷]

۱۲۷۵۸۷

Marfat.com

روزہ سب کے لیے:

اسلام سے پہلے روزہ خاص افراد کے لیے مخصوص تھا۔ ہندوؤں میں برہمن پارسیوں میں مذہبی پیشوا اور یونانیوں میں صرف عورتوں کے لیے روزہ تھا۔ مگر اسلام نے مذہبی پیشوا، غیر پیشوا مرد عورت کی کوئی تخصیص نہیں رکھی بلکہ اس نے روزہ کو اجتماعی عبادت قرار دے کر سب بالغ مردوں عورتوں کے لیے لازم ٹھہرایا۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے:

''اس مہینہ میں جو موجود ہو، وہ مہینہ بھر روزے رکھے'' (آیت 185) روزہ چونکہ صرف عبادت نہیں بلکہ اخلاقی تربیت بھی ہے۔ اس لیے سب کو یکساں مستفید ہونے کا موقع فراہم کیا گیا۔''

افطار اور سحری:

اہل کتاب اور دیگر مذاہب میں روزہ بغیر سحری کے رکھا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں روزے کا دورانیہ بھی انتہائی غیر معتدلانہ تھا۔ اسلام نے نہ صرف روزے کا دورانیہ مختصر کر کے صبح صادق سے شام تک مقرر کر دیا بلکہ اس میں سحری کا اضافہ کر کے اگلے روزے کے لئے بندے کو تازہ دم کرنے کا موقع بھی فراہم کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان فرق سحری کھانا ہے۔''۲۸ دوسری جگہ ارشاد ہے ''سحری کھاؤ، بلاشبہ سحری میں برکت ہے۔''۲۹

اسلام میں بھی شروع میں افطار کے بعد اس وقت تک کھانے پینے کی اجازت تھی جب تک آنکھ لگ نہ جائے، آنکھ لگنے کے بعد روزہ شروع ہوتا تھا جس کی وجہ بعض صحابہ کرامؓ کو اس میں مشکلات پیش آئیں۔ ایک بار قیس بن صرمہ انصاریؓ دن بھر مزدوری کر کے افطار کے وقت گھر پہنچے تو گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ بیوی نے کہا میں کہیں سے انتظام کرتی ہوں۔ بیوی نے جب کھانے کا انتظام کیا اور آئی تو دیکھا کہ دن بھر کے تکان کی وجہ سے ان کی آنکھ لگ چکی تھی۔ اب بیدار ہونے پر کھانا ممنوع تھا۔ اس لیے اس نے بغیر کھائے پیئے روزہ

Marfat.com

رکھا دوسرے دن دوپہر کو ضعف اور کمزوری کی وجہ سے آپ گر کر بیہوش ہو گئے جس کی وجہ سے غروب آفتاب کے بعد طلوع صبح صادق تک کھانے پینے کی اجازت دی گئی ۳۰ یہ ایک خاص عنایت ہے جو اُمت مسلمہ پر کی گئی ہے جبکہ گزشتہ اُمتیں اس سے محروم تھیں اس لیے سحری نہ صرف دن بھر کے روزہ نبھانے میں معاون ہے بلکہ اتباع سنت بھی ہے۔

میاں بیوی کا تعلق:

پرانے مذاہب میں دستور تھا کہ روزہ کے دنوں میں میاں بیوی علیٰحدہ رہتے تھے۔ چونکہ یہ مدت غیر فطری تھی اس لئے اکثر لوگ اس میں مجبور ہو کر نفسانی خیانت کے مرتکب ہو جاتے تھے۔ اسلام نے یہ ممانعت صرف روزہ کی حالت تک محدود کر دی اور رات کو اجازت دی۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے۔

''روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔ تمہاری پوشیدہ خیانتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔ اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرمالیا، اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے۔ تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔'' (آیات نمبر 187)

یعنی غروب آفتاب کے بعد طلوع صبح صادق تک پوری رات کھانے پینے اور مباشرت کی اجازت دی گئی۔

سفر اور بیماری میں چھوٹ:

گزشتہ اُمتوں میں روزے کی حالت میں بیماری یا سفر کے بارے میں کسی استثناء کا ذکر نہیں۔ بلکہ بعض مواقع پر روزے کی فرضیت پر اس قدر سختی کا حکم تھا کہ اگر کسی وجہ سے روزہ نہ رکھے تو کٹ جائے گا یا قتل ہو جائے گا جبکہ روزہ کی حالت میں یہودی مہمان کے لیے بھی روزہ رکھنا پڑتا تھا۔ مگر اسلام نے سفر اور بیماری کی حالت میں روزہ دار کے لیے انتہائی نرمی

Marfat.com

کی ہے۔ دوران سفر روزہ کو آدمی کی اختیار پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے کبھی سفر میں روزہ رکھا اور کبھی نہیں رکھا۔ ایک سفر کے موقع پر ایک شخص بد حال ہو کر گر گیا لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ماجرا دریافت فرمایا، عرض کیا گیا روزے سے ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ نیکی نہیں، بلکہ جنگ کے موقع پر آپ ﷺ حکماً روزے رکھنے سے منع فرمایا کرتے تھے تاکہ لڑنے میں کمزوری لاحق نہ ہو۔[۳۱] سفر اور بیماری کے دوران روزہ دار کے لیے خصوصی چھوٹ کا ذکر سورۃ بقرہ میں یوں کیا گیا ہے۔

''اگر تم میں کوئی بیمار یا مسافر ہو۔ وہ رمضان کے بعد اور دنوں میں روزہ رکھ لے اور وہ لوگ جو بمشکل روزے رکھ سکتے ہوں۔ ان پر ایک مسکین کا کھانا ہے۔'' (آیت۔184)

بیمار اور مسافر کو یہ رخصت دے دی گئی ہے کہ وہ بیماری اور سفر کی وجہ سے رمضان المبارک میں جتنے روزے نہ رکھ سکے ہوں وہ بعد میں رکھ کر پورا کریں۔ جو دائمی بیمار ہوں یا زیادہ بوڑھا ہو ان کے لیے حکم ہے کہ وہ ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دیا کریں[۳۲]

حاملہ اور دودھ پلانے والی کو چھوٹ:

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو بھی روزے میں چھوٹ دی گئی ہے کہ اگر حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کو اپنی یا بچے کی جان کو ضرر پہنچنے کا خدشہ ہو تو وہ روزہ چھوڑ سکتی ہے اور بعد میں یہ کمی روزے رکھ کر پوری کرے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''خدا نے حاملہ اور دودھ پلانے والی سے روزہ اتار لیا ہے۔'' اس طرح ایام میں بھی عورت کے لیے روزہ رکھنا موقوف کر دیا گیا ہے۔ اور بعد میں اس کمی کو پورا کرنے کا حکم ہے۔[۳۳]

طہارت اور صفائی کا حکم:

یہود کے روزے زیادہ تر غم کے دنوں کی یادگار تھے۔ اس لیے وہ روزے کی حالت میں طہارت صفائی اور زیب و زینب سے کافی حد تک پرہیز کرتے تھے اور عموماً پراگندہ حال اور

Marfat.com

غمگین صورت بناتے رہتے تھے۔ مگر اسلام نے روزے کے دوران مکمل طہارت اور صفائی پر زور دیا ہے۔ سر میں تیل ڈالنا، سرمہ لگانہ، خوشبو ملنا، غسل کرنا، منہ ہاتھ دھونا اور مسواک کرنا روزے کے اداب کی منافی نہیں، غرض کہ روزہ دار پراگندگی کی نمائش کر کے ریا میں گرفتار نہ ہو۔ کہ روزہ ایک بوجھ کی مانند نظر آئے بلکہ ممکنہ حد تک تروتازہ نظر آنے کی کوشش کرے تا کہ حکم خداوندی کے آگے تسلیم و رضا کا پیکر نظر آئے۔ ۳۴

غلو سے گریز:

رسول اکرم ﷺ اکثر و بیشتر روزہ رکھا کرتے تھے۔ مہینوں میں کچھ دن مقرر تھے۔ ہفتوں میں بھی چند دنوں کا تعین تھا۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی رات دن کا متصل روزہ بھی رکھتے تھے مگر آپ ﷺ دن رات کے مسلسل 24 گھنٹے روزہ رکھنے کی مطلقاً ممانعت فرمائی ہے۔ بعض صحابہ کرامؓ نے سبب دریافت کیا تو فرمایا: روزہ میرے لیے ہلاکت کا باعث نہیں ہو سکتا کیونکہ مجھ کو قوت ملکیہ نوریہ سے تائید ہوتی رہتی ہے۔ یعنی مجھے تو میرا خدا (روحانی غذا) کھلاتا پلاتا ہے۔ اس ممانعت سے آپ ﷺ نے روزہ میں بے جا غلو کا دروازہ مکمل طور پر بند کیا۔ ۳۵

دیگر مذاہب کے ماننے والے افطاری میں اچھی کافی تاخیر کر لیتے تھے اور اس کو باعث برکت سمجھتے تھے مگر آپ ﷺ نے افطار کا وقت شروع ہوتے ہی افطاری کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ افطاری میں جان بوجھ کر خواہ مخواہ تاخیر کرنا غلو اور ایک تکلیف دہ عمل ہے جو کہ آپ ﷺ کو سخت ناپسند تھا اس لیے ارشاد ہے ''سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار افطار کرے'' ۳۶ صحیح بخاری کے علاوہ مسلم شریف، سنن ابی داود اور دیگر کتب احادیث میں جلدی افطار کی تاکید کا حکم دیا گیا ہے۔

جز کی بجائے کل روزہ:

ہنود اور یہود میں چپ کا روزہ مروج تھا۔ جب وہ چپ کا روزہ رکھتے تو کسی سے کلام نہ

Marfat.com

کرتے اور اگر کوئی پوچھتا تو یہود ہاتھ کے اشارے سے بتاتے کہ میں نے رحمان کے لیے چپ کا روزہ رکھا ہے جبکہ ہندو زبان کو سزا دینے کے لیے چپ کا روزہ رکھتے تھے۔ اس طرح بعض روزوں میں کوئی چیز کھائی جاتی تھی اور کوئی چیز ممنوع ہوتی تھی مگر اسلام نے ان تمام جزوں کو ایک کل میں مدغم کر کے ایک جامع روزہ کے قلب میں ڈھلا ہے۔ ایک مسلمان کی زبان، کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں بلکہ پورے بدن پر رمضان کی مکمل پابندی لازم ٹھہرائی۔ آنکھ کا روزہ یہ قرار پایا کہ وہ حرام کی طرف نہ دیکھے، بے حیائی سے چشم پوشی اختیار کرے ممنوع اشیاء پر نظر نہ ڈالے۔ غض بصر کی مکمل پابندی کرے۔ ارشاد ہے:

''اپنی نگاہ کو نیچے رکھو۔ ۳۷''

کان کا روزہ یہ ہے کہ وہ گانے بجانے، فحش کلامی اور بے ہودہ گوئی نہ سنے، دل کا روزہ یہ ہے کہ وہ برے خیالات کی اماج گاہ نہ بنے اور کسی کا برا نہ چاہے، ذکر واذکار میں مشغول رہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے: کان، آنکھ اور دل سے پوچھا جائے گا۔ (آیت 36)

زبان کا روزہ یہ ہے کہ غیبت، جھوٹ، بدکلامی اور لعن طعن سے خاموش رہے، ذکر الٰہی استغفار، حمد وثنا تسبیح اور شکر گزاری میں مصروف رہے۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ''جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا، تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں اس بارے میں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ ۳۸''

اسلام سے پہلے مذاہب میں صرف زبان کا روزہ ہوتا تھا مگر اسلام نے اس کا اطلاق آنکھ، کان اور دل پر بھی کر دیا اور یوں روزہ کو ہر لحاظ سے مکمل اور جامع بنا دیا۔

بھول چوک سے کھانا پینا:

انسان چونکہ خطا کا پتلا ہے اور کسی بھی وقت وہ لاشعوری طور پر غلطی کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ اس لیے اگر وہ روزے کی حالت میں بھول کر کچھ کھا پی لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ''اگر کسی نے بھول چوک سے روزے کی حالت میں کچھ کھا

Marfat.com

پی لیا تو کوئی مضائقہ نہیں، وہ اپنا روزہ پورا کرے، یہ اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا پلایا۔۳۹ ایک اور حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی کسی کو رمضان میں دیکھ لے کہ وہ بھول کر کچھ کھا پی رہا ہے تو وہ بھولنے والے کو متنبہ کرے یا خاموش رہے۔۴۰ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں علماء نے لکھا ہے کہ بھول چوک سے کھانے پینے والے کو آگاہ کرنا امر بالمعروف نصیحت، نیکی اور تقویٰ پر تعاون کے ضمن میں آتا ہے۔ جبکہ دیگر مذاہب میں اس رعایت کا ذکر نہیں۔

روزے کا کفارہ:

اگر کبھی کوئی جان بوجھ کر رمضان کا روزہ توڑے یا بیوی سے جماع کر بیٹھے۔ تو اس کے لیے حکم ہے کہ وہ ایک غلام کو آزاد کرے۔ اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو دو مہینے مسلسل روزے رکھ لے اور اگر اس کی سکت بھی نہیں رکھتا تو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔۴۱ جبکہ دیگر مذاہب میں روزہ توڑنے کے کفارے کا کوئی تصور نہیں۔

روزہ کو قمری حساب کے تابع کرنا:

اسلام سے قبل روزہ زیادہ تر شمسی سال سے منسلک تھا کیونکہ ہندومت اور عیسائیت میں شمسی سال معتبر ہے اور شمسی سال میں روزہ کی جو تاریخیں جن موسموں میں متعین کر دی گئی ہیں ان میں تغیر وتبدل ناممکن ہوتا ہے اور اب بھی ان مذاہب میں روزہ ان مخصوص تاریخوں پر پڑتا ہے۔ لیکن اسلام نے روزہ کو قمری حساب کے تابع کر دیا کیونکہ اگر روزہ شمسی نظام کے تابع کر دیا جاتا ہے تو روزہ بعض ممالک کے باشندوں کے لیے ہمیشہ آسان اور بعض ممالک کے لیے ہمیشہ تکلیف دہ ہوتا تھا۔ چونکہ قمری مہینے موسم کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں۔ اس لیے اسلامی روزہ کا مہینہ ہر ملک میں ہر موسم میں آتا ہے۔ اس وجہ سے اس کی سختی و نرمی کی کیفیت ہر ملک میں آہستہ آہستہ بدلتی رہتی ہے۔

Marfat.com

روزے کو یکجہتی اور اتحاد کا مظہر بنانا:

ارکان اسلام میں اگرچہ حج وہ عظیم اجتماع ہے کہ اس میں مسلم دنیا کے بھائی چارے اور اتفاق واتحاد کی عدیم المثال یکجہتی کا نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے جس میں رنگ، نسل، زبان اور ملک کی کوئی تفاوت نہیں ہوتی، سب دو احرامی چادروں میں ملبوس ایک خدا کے آگے سربسجود ہوتے ہیں، اسی طرح روزہ بھی امت مسلمہ کی اتحاد کا فقید المثال مظہر ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان پورا ایک مہینہ اطاعت و بندگی میں گزارتے ہیں۔ اگر روزہ مخصوص افراد اور اپنی مرضی کی مہینہ پر موقوف ہوتا تو مسلمانوں میں باہمی محبت یگانگت اور اجتماعیت کا وہ شعور پیدا نہیں ہوتا جو کہ اب نظر آتا ہے۔

گزشتہ اُمتوں کی پیروی اور شکر گزاری:

اسلام میں روزے کی فرضیت کا ایک مقصد گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی تقلید اور پیروی بھی ہے۔ کیونکہ تمام پیغمبروں نے روزے رکھے تھے۔ لیکن بعد میں آنے والوں نے بہت جلد ان کو بھلا دیا مگر مسلمانوں پر روزے کی فرضیت کا مقصد نہ صرف جملہ انبیاء کرام کی تقلید اور پیروی ہے بلکہ اس شکریئے کا اظہار بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن ماہ رمضان المبارک میں نازل فرمایا اور اب مسلم اُمہ اس کتاب الٰہی کے عطیہ کے شکر گزاری کے طور پر رمضان المبارک کی راتوں میں اس پوری کتاب کو نمازوں (تراویح) میں پڑھتے اور سنتے ہیں۔ مہینے کی اختتام پر اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے عید گاہوں میں جاتے ہیں اور عید کا دوگانہ شکر ادا کرتے ہیں ایک دوسرے کو عید مبارک باد دیتے ہیں۔ یہ وہ عظیم الشان نظارہ ہوتا ہے جس کی نظیر ہمیں کسی اور مذہب میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔

Marfat.com

حوالہ جات

(1) سیرۃ النبی ﷺ، جلد پنجم، صفحہ 240

(2) سورۃ بقرہ، آیت نمبر 183

(3) مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا، صفحہ 159-60

(4) سیرۃ النبی ﷺ، جلد پنجم صفحہ 258+ صفحہ 242

(5) کتاب الہند، صفحہ 289-292

(6) مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا، صفحہ 175

(7) Microsoft Encarta Encyclopedia Standard 2005,See UnderSubject "Fasting".

(8) گوتم بدھ، راج محل سے جنگل تک، صفحہ 296

(9) سیرۃ النبی ﷺ، جلد پنجم، صفحہ 242

(10) Microsoft Encarta Encyclopedia Standard 2005,See Under Subject "Fasting".

(11) سیرۃ النبی ﷺ، جلد پنجم، صفحہ 244

(12) رسوم جاہلیت، صفحہ 31

(13) کتاب مقدس، خروج، باب 34 آیت نمبر 28

(14) سورۃ مریم، آیت نمبر 26

Marfat.com

(15) سیرۃ النبی ﷺ، جلد پنجم، صفحہ 243+ صفحہ 248

(16) مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا، صفحہ 108

(17) شمائل ترمذی بمعہ شرح خصائل نبوی ﷺ، صفحہ 14-313

(18) (ا) سیرۃ النبی ﷺ، جلد پنجم، صفحہ 244 (ب) مذاہب عالم انسائیکلوپیڈیا، صفحہ 148

(پ) فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا لفظ ''ایسٹر'' (ت) Microsoft Encarta Encyclopedia Standard 2005,See Under Subject "Fasting".

(19) مشکوۃ شریف، تہجد کی ترغیب، فصل اوّل، جلد اوّل

(20) حجۃ اللہ البالغہ، صفحہ 404

(21) شمائل ترمذی بمعہ خصائل نبوی ﷺ، صفحہ 302-301

(22) مسلمانوں کے شب و روز، صفحہ 217

(23) جامع ترمذی، جلد اوّل، صفحہ 279

(24) نکات القرآن، جلد اوّل، صفحہ 480

(25) جامع ترمذی، ابواب الصوم، جلد اوّل، صفحہ 294

(26) حجۃ اللہ البالغہ، صفحہ 399

(27) تفہیم القرآن، جلد اوّل، صفحہ 141

(28) صحیح مسلم، الصیام 1096/46

(29) صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب برکۃ السحور 1923

(30) نکات القرآن، جلد اوّل، صفحہ 486

(31) تفہیم القرآن، جلد اوّل، صفحہ 142

(32) سیرۃ النبی ﷺ، جلد پنجم، صفحہ 259

Marfat.com

(33) (ا) مسند احمد ۲۹۵/۱ (ب) سیرۃ النبی ﷺ، جلد پنجم، صفحہ 259

(34) سیرۃ النبی ﷺ، جلد پنجم، صفحہ 262

(35) حجتہ اللہ البالغہ، صفحہ 401

(36) صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب تعجیل الافطار 1957

(37) مسلم ''کتاب الاسلام، باب نظر الفجاۃ''

(38) صحیح بخاری، کتاب الصوم 1904

(39) (ا) صحیح بخاری، کتاب الصوم 1933 (ب) جامع ترمذی، ابواب الصوم صفحہ 272

(40) ابوداود، الصیام، باب من اکل ناسیا

(41) (ا) صحیح مسلم، 1112/84 (ب) مسند احمد۔ 2766

Marfat.com

خوش آمدید ماہ رمضان

رمضان المبارک کے روزے ہجرت مدینہ کے اٹھارہ ماہ بعد فرض ہوئے، تحویل قبلہ کا حکم اس سے کوئی ڈیڑھ ماہ پہلے آیا تھا۔ رمضان المبارک کے روزے فرض ہونے کے بعد رسول اکرم ﷺ اس ماہ کی آمد پر اس کا با قاعدہ استقبال کیا کرتے تھے اور اس ماہ کے روزے رکھنے کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

یوں تو سال کا ہر مہینہ اور دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر ہیں مگر کچھ اوقات اور دن کسی خاص حوالہ سے خصوصیت کے حامل ہیں جن میں رمضان المبارک کا مہینہ سرفہرست ہے۔ اس ماہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت عطا کی۔ اس ماہ نزول وحی کی ابتداء ہوئی۔ اس ماہ نزول قرآن کا آغاز ہوا، یہ اتنا بابرکت مہینہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اس کی آمد سے قبل اپنے صحابہ کرامؓ کو اس ماہ کے خزانوں سے بھرپور مستفید ہونے کے لیے ان کو تیار کرتے تھے کیونکہ یہ وہ مہینہ ہے جس کا ہر روز، روز سعید اور ہر شب شب مبارک ہے۔ اس مہینہ میں ہر گھڑی فیوض و برکات کی بارش برستی ہے۔ نفل اعمال فرض اعمال صالحہ کے درجہ کو پہنچ جاتے ہیں اور فرض ستر گناہ زیادہ وزنی اور درجہ بلند تک پہنچتے ہیں کیونکہ اس مبارک مہینے کی آمد کے ساتھ ہی آسمانوں کے رحمت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، جنت سجائے جاتے ہیں اور بہانے بہانے گناہگاروں کی مغفرت ہوتی رہتی ہے

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ لوگوں کو نصیحت کرنے کے لیے خطبات دیا کرتے تھے۔ ایسے ہی خطبات میں ایک خطبہ روزے کی فضیلت کا ہے جس میں اس مہینے کی عظمت، فضیلت اور اہمیت کھول کر بیان کی گئی ہے۔ اس میں روزہ رکھنے کی ترغیب اور اعمال صالحہ پر

Marfat.com

سختی سے عمل کرنے کی تاکید ہوئی ہے کیونکہ روزہ فرض ہی نہیں بلکہ اسلام کا بنیادی رکن بھی ہے۔ یہ ایک مکمل اور جامع خطبہ ہے جو ماہ شعبان کی آخر میں آپ ﷺ نے دیا تھا۔

''اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے۔ اس مبارک مہینہ کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہ خداوندی میں کھڑے ہونے کو نفل عبادت مقرر کیا ہے، جو شخص اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کے لیے کوئی غیر فرض عبادت ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو وہ اس کے لیے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔

ایک صحابیؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کی تو اتنی استطاعت نہیں کہ افطاری کرانے کا سامان فراہم کرے۔

جواب ملا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے۔ اور تم میں سے جو کوئی روزہ دار کو پورا کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی یہاں تک وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔

اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتش دوزخ سے نجات ہے، پس جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام اور خادم کے کام میں تخفیف اور کمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرما دے گا اور دوزخ سے رہائی اور نجات دلائے گا۔[1]

اس خطبہ میں ماہ رمضان المبارک کی سب سے بڑی عظمت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس

Marfat.com

میں ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس سے لیلۃ القدر کی فضیلت وعظمت جتلانا مقصود ہے، اس کے ساتھ یہ ترغیب بھی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا اور قربت پانے کے متمنی ہوں وہ لیلۃ القدر کی رات عبادت کر کے ان گنت مہینوں کی عبادت کا ثمر اپنے دامن میں سمیٹ سکتے ہیں، چنانچہ ان لوگوں کو اس مبارک اور بابرکت رات کی تلاش میں رہنا چاہیے۔

دوسری بڑی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ جو لوگ اس مہینہ میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے نفل عبادت کریں گے تو اس کو دوسرے مہینوں کی فرض عبادات کے برابر ثواب ملے گا اور جو اس مہینے فرض ادا کریں گے اس کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا بلکہ مشکوٰۃ میں ارشاد ہے کہ جس نے رمضان میں عمرہ کیا اس کو حج کے برابر ثواب ملے گا۔

پھر فرمایا یہ مہینہ صبر اور غمخواری کا مہینہ ہے۔ کیونکہ روزہ تو سراسر صبر ہی کا نام ہے۔ مسلسل ایک ماہ کی مشق سے انسان کے اندر صبر اور اتنی قوت پیدا ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف ہر تکلیف برداشت کرنے کے قابل ہو جاتا ہے بلکہ غریب، نادار، مساکین اور مصیبت زدہ لوگوں سے ہمدردی کا جذبہ بھی ان کے دل میں جنم لیتا ہے۔ جس کے عملی اظہار کے لیے وہ پھر خود بخود اٹھتا ہے۔ جس سے معاشرے میں اخوت، محبت، بھائی چارے اور یگانگت کی فضا استوار ہوتی ہے، مزید فرمایا کہ اس ماہ میں مومن کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور جس نے اس ماہ کسی روزہ دار کو اپنی استطاعت کے مطابق روزہ افطار کرایا، کھانا کھلایا تو یہ عمل اس کے لیے گناہوں کی مغفرت اور دوزخ سے نجات کا سبب بنے گا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب بھی دیا جائے گا۔

جب ہر طرف اخوت ومحبت کی فضا ہو۔ نیکیوں کا دور دورہ ہو، روحانی رزق کی فراوانی ہو انوار کی کثرت ہو تو لامحالہ اس کا اثر مادی اشیاء پر بھی پڑتا ہے۔ اس لیے تو افطاری کے دستر خوان پر عام معمول سے کہیں زیادہ خورد ونوش کے اشیاء سجے ہوتے ہیں جو کہ ایک عام

Marfat.com

مشاہدہ ہے۔

آخر میں فرمایا کہ ماہ رمضان کا ابتدائی حصہ رحمت، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری جہنم سے نجات ہے۔ یہ ایک فطری ترتیب ہے جو بھی اس خطبہ میں مذکورہ صفات کو ترتیب وار اپناتا ہے تو آخر میں اس کا ثمر نجات ہی ہوگا۔

شعبان میں کثرت روزے:

آپ ﷺ رمضان المبارک سے قبل شعبان میں بہت کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے بلکہ شعبان میں اس قدر کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے کہ رمضان المبارک کے روزوں سے ملا دیتے حالانکہ دیگر مہینوں میں آپ ﷺ اس قدر کثرت سے روزے نہیں رکھا کرتے تھے۔[۲] مگر یہ امر صرف آپ ﷺ ہی کے لیے مخصوص تھا۔ آپ ﷺ نے دوسروں کو اس کی اجازت نہیں دی تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ کے بعض معمولات ایسے تھے جو صرف آپ ﷺ ہی کے لیے خاص تھے۔ دوسروں کے لیے ان کا اتباع درست یا کم از کم لازم نہیں۔ آپ ﷺ اگر چہ شعبان میں خود روزے رکھا کرتے تھے مگر عام مسلمانوں کو نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے سے منع فرمایا۔ ابو داؤد، ترمذی ابن ماجہ اور دارمی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت نقل ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

''جب شعبان کا مہینہ آدھا گزر جائے تو اس کے بعد روزہ نہ رکھو'' رمضان کے لیے اہتمام اپنی جگہ، مگر رمضان المبارک کے لیے استقبالی روزوں سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

''رمضان سے ایک یا دو دن پہلے استقبالی روزہ نہ رکھا کرو مگر ایسا شخص جو روزوں سے پہلے روزے رکھتا چلا آ رہا ہو تو وہ رمضان سے ایک دو دن پہلے بھی روزہ رکھ سکتا ہے۔[۳]

آپ ﷺ نے ماہ رمضان سے ایک یا دو دن قبل روزہ رکھنے سے اس لیے منع فرمایا ہے تاکہ شیطان کے وسوسے حیلے اور تلبیس سے بچا جا سکے۔ کیونکہ بعض سابقہ اقوام نے مقررہ وقت سے پہلے روزے رکھنا شروع کر دیئے تو شیطان نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے کر مقرر

Marfat.com

فرض وقت سے ہٹا دیا اور وہ اس معاملہ میں اس قدر غلو کا شکار ہوئے کہ وہ صحیح وقت ہی بھول گئے۔ اس لیے آپ ﷺ نے رمضان کے تقدس اور صحیح وقت برقرار رکھنے کے لیے استقبالی روزوں کی ممانعت فرمائی تاہم اس شخص کو اجازت دی گئی جو عموماً روزے رکھتا ہو اور پہلے سے لگاتار روزے رکھتا آ رہا ہو۔ اس لیے اس حکم میں اتباع رسول ﷺ ہی احسن عمل ہے۔

چاند دیکھنے کا خصوصی اہتمام:

رسول اکرم ﷺ ماہ رمضان المبارک کا چاند بروقت دیکھنے کے لیے خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے ''رمضان کے لیے شعبان کا چاند دیکھنے کا اہتمام کرو'' ۴

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ دوسرے مہینوں کی بہ نسبت شعبان کی تاریخوں کے حساب کا بہت خیال رکھتے تھے۔ رمضان المبارک کا چاند نظر نہ آنے یا مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں شعبان کے تیس دن شمار کر کے پھر روزہ رکھنا شروع کرتے تھے۔ ۵

یہ رمضان المبارک کی عظمت و بزرگی کی روشن دلیل ہے کہ آپ ﷺ دوسرے مہینوں کے چاند دیکھنے اور ان کی تاریخوں کو یاد رکھنے کا اس قدر خیال نہیں رکھتے تھے جس قدر شعبان کے مہینے کا رکھتے تھے۔

رمضان کا چاند دیکھنے کی دعا:

آج کل ہمارے ملک میں یہ رسم شروع ہو چکی ہے کہ دوست احباب عید کا چاند نظر آنے پر ''عید چاند مبارکباد'' کے پیغامات ایک دوسرے کو بھیجتے ہیں مگر سلف صالحین کا معمول تھا کہ وہ رمضان المبارک کا چاند نظر آنے پر ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب رمضان المبارک کا چاند نظر آتا تو یہ دعا پڑھتے:

''الٰہی! اس چاند کو ہمارے لیے امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع کر۔

Marfat.com

اے چاند! میرا اور تیرا رب اللہ ہے (یعنی ہم سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں اور تو پوجنے کی لائق نہیں، جس طرح مشرکین کرتے تھے)

اللہ کرے یہ چاند خیر و برکت اور رشد و ہدایت کا ہو۔ ۶

رمضان پانے کا تمنا:

ایک مرفوع حدیث جسے ابن ابی الدینا نے روایت کیا ہے کہ اگر بندے جان لیں کہ رمضان المبارک میں کیا کچھ ہے تو میری امت تمنا کرے گی کہ سارا سال رمضان ہی رہے۔ رسول اکرم ﷺ کو رمضان کی آمد کا کتنا اشتیاق تھا۔ اس کا اندازہ طبرانی کی اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب ماہ رجب شروع ہوتا تو آپ ﷺ اس طرح دعا فرمایا کرتے تھے۔

اے پروردگار! ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا دے۔ ۷

Marfat.com

حوالہ جات

(1) شعب الایمان للبیہقی ۔ بحوالہ اُسوہ رسول اکرم ﷺ، صفحہ 43-347

(2) جامع ترمذی باب الصیام، صفحہ 277

(3) (ا) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب لا تقدمو 1082/21

(ب) صحیح بخاری، کتاب الصوم 1914

(4) جامع ترمذی، کتاب الصوم، صفحہ 81

(5) ابوداود بحوالہ کتاب الصوم، صفحہ 89

(6) جامع ترمذی، باب مالیقول عندرویہ الھال

(7) لطائف المعارف، صفحہ 248

Marfat.com

Marfat.com

نزول قرآن اور ماہ رمضان المبارک

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بھیجا تو اس کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اپنے رسولوں کے ساتھ اپنی کتابیں بھی نازل فرمائیں تا کہ اللہ کے پیغمبران کتب کے ذریعہ اپنے پیروکاروں کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کے طریقے سکھائے انہیں ایسے کاموں کے کرنے کا حکم دیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہوں اور ان سے بچنے کی تاکید کریں جو مالک حقیقی کے منشا کے خلاف ہوں۔ اس روشنی میں اگر دیکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابیں بنی آدم کے لیے دستور العمل، ضابطہ حیات اور قانون زندگی ہیں جن کے معلم اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء کرام ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضرورت اور ہدایت کے لیے ہر دور میں انبیاء کرام پر کتابیں نازل فرمائیں ہیں۔ جن سے اس عہد کے نیک فطرت انسانوں نے ہدایت اور رہنمائی حاصل کی، اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور ان کی خوشنودی کے طلب گار ہوئے اور جن لوگوں نے ان سے اغماض بھرتا، ان کی تعلیمات کو ٹھکرایا تو وہ راہ مستقیم سے بھٹک گئے اور بالآخر عذاب الٰہی کا شکار ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے جتنی کتب نازل فرمائی ہیں ان میں ایک دلچسپ اور اہم بات یہ ہے کہ جملہ کتب ماہ رمضان المبارک میں نازل ہوئی ہیں۔ مسند احمد میں حضرت واثلہ بن اسقع ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے رمضان کی پہلی تاریخ کو نازل ہوئے، تورات چھ رمضان المبارک کو اور انجیل تیرہ رمضان کو نازل ہوا تھا۔ جبکہ زبور کے بارے میں حضرت

Marfat.com

جابرؓ کی روایت ابن کثیر نے نقل کی ہے کہ ''زبور حضرت داود علیہ السلام پر بارہ رمضان کو نازل ہوئی تھی۔[1] یہ وہ کتابیں ہیں جو کہ پوری کی پوری ان انبیاء کرام پر ماہ رمضان میں ان بتلائی ہوئی تاریخوں پر نازل ہوئی تھیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو اپنی وحی اور کتابیں نازل فرمانے کے لیے منتخب کر رکھا ہے۔ کیونکہ سابقہ الہامی کتب کی طرح قرآن مجید بھی رمضان المبارک ہی میں نازل ہوا ہے۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے:

''رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو تمام انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہٰذا جو شخص اس مہینے کو پائے اس پر لازم ہے کہ وہ اس میں پورے مہینے کے روزے رکھے۔''[2]

رمضان کی وہ رات جس میں قرآن نازل ہوا تھا قرآن ہی کی تصریح کے مطابق شب قدر تھی۔

اِنَّا اَنۡزَلۡنَاہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ (سورۃ قدر، آیت 1)

مولانا صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں۔ رمضان میں نزول قرآن کا یہ مطلب نہیں کہ مکمل قرآن کسی ایک رمضان میں نازل ہوگیا، بلکہ یہ ہے کہ رمضان کے شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا گیا اور وہاں بیت العزۃ میں رکھ دیا گیا۔ وہاں سے حسب حالات 23 سالوں تک اترتا رہا۔ اس لیے یہ کہنا قرآن رمضان میں یا لیلۃ القدر یا لیلہ مبارک میں اترا، یہ سب صحیح ہیں کیونکہ لوح محفوظ سے تو رمضان ہی میں اترا ہے اور لیلۃ القدر اور لیلہ مبارکہ کی رات بھی رمضان ہی میں آتی ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ رمضان ہی میں نزول قرآن کا آغاز ہوا اور پہلی وحی جو غار حرا میں آئی وہ رمضان میں آئی۔ اس اعتبار سے قرآن مجید اور رمضان المبارک کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہے[3] ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ اس کی تائید میں لکھتے ہیں کہ رمضان المبارک میں اگر کوئی شخص قرآن مجید کو کان کھول کر سنے گا آنکھیں کھول کر پڑھے گا تو اس کو زیادہ فائدہ ہوگا اور قرآن کا نزول بھی

Marfat.com

آنکھیں کھول کر پڑھنے کے لیے ہے۔[4] رمضان المبارک میں رسول اکرم ﷺ کا معمول بھی یہی رہا کہ آپ ﷺ ماہ رمضان کی راتوں میں دوسرے مہینوں کے نسبت طویل قرأت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ نے رمضان میں ایک رات آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرمائی تو آپ ﷺ نے اس نماز میں سورۃ بقرہ، سورۃ لنساء، سورۃ ال عمران کی تلاوت فرمائی اور حال یہ تھا کہ جب کوئی خوف اور عذاب والی آیت پڑھتے تو رک جاتے اور اللہ تعالیٰ کی عذاب سے پناہ مانگتے۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ دو رکعتیں پڑھی گئی تھیں کہ حضرت بلالؓ تشریف لائے اور نماز کے لیے اذان دی۔[5]

نزول وحی کے وقت روزہ:

خروج اور متی کے مطالعہ سے واضح ہے کہ کوہ سینا کا پرجلال پیغمبر (موسیٰ علیہ السلام) نے نزول تورات سے قبل چالیس شب وروز بھوکے پیاسے گزارے تھے۔ جبکہ متی میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ "کوہ سعیر کا مقدس آنے والا (حضرت عیسیٰ) اس سے پہلے کہ اس منہ میں انجیل کی زبان گویا ہو، وہ چالیس روز وشب بھوکا اور پیاسا رہا یعنی نزول تورات وانجیل سے قبل یہ دونوں پیغمبر لوگوں سے ایک مدت کے لیے الگ تھلگ روزے سے رہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ بھی نزول قرآن سے پیشتر پورا ایک مہینہ مکہ سے باہر لوگوں سے دور غار حرا میں مصروف عبادت رہا۔ روایات سے اگرچہ واضح طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ غار حرا میں روزے رکھتے تھے یا نہیں۔ لیکن قرائین و اشارات سے سمجھا جاتا ہے کہ آپ ﷺ ذکر واذکار اور دیگر عبادات کے ساتھ روزے بھی رکھتے تھے جیسا کہ بخاری (بدء الوحی) اور سیرۃ ابن ہشام سے معلوم ہے کہ آپ ﷺ ان دنوں میں تحنث اور اعتکاف کرتے تھے جس کا ایک جز روزہ ہے اور آج کل بعض علماء اور محققین نے بھی قرائین سے یہی سمجھا ہے کہ آپ ﷺ ان دنوں روزہ سے رہتے تھے۔[6]

Marfat.com

شب قدر:

قرآن پاک میں شب قدر کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے کیونکہ اس رات کو قرآن پاک نازل ہوا تھا۔ اس رات کی عظمت اور افادیت کے حوالہ سے سورۃ القدر میں بیان ہے۔

''اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔ وہ رات سراسر سلامتی ہے طلوع فجر تک''

یہ آیت کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے کے معنی مفسرین نے بالعموم یہ بیان کیے ہیں کہ اس رات کا عمل خیر ہزار مہینوں کے عمل خیر سے افضل ہے، ہزار مہینوں سے 83 سال اور 4 ماہ بنتے ہیں۔ یہ اُمت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ مختصر عمر میں زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لیے اس بابرکت رات کو مقرر فرمایا ہے۔ بعض مفسرین کے مطابق سال بھر کے لیے تقدیر کے فیصلے اس رات کو فرشتوں کے سپرد کیے جاتے ہیں۔ اس رات اتنی کثرت سے فرشتے زمین پر اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔

بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر عبادت کے لیے کھڑا رہا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔ مسند احمد میں روایت ہے کہ ''شب قدر رمضان کی آخری دس راتوں میں ہے۔ جو شخص ان کے اجر کی طلب میں عبادت کے لیے کھڑا رہا۔ اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے خواب میں شب قدر دیکھا کہ شب قدر رمضان کی آخری سات راتوں میں ہے اور کچھ لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ رمضان کی آخر دس تاریخوں میں دکھائی گئی ہے تو رسوال اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''اسے آخری سات تاریخوں میں تلاش کرو۔ اس لیے عموماً 23 رمضان سے اس کا اہتمام شروع ہوتا ہے۔

Marfat.com

رمضان میں جبرائیلؑ کے ساتھ دورہ قرآن:

یوں تو قرآن مجید جس وقت نبی کریم ﷺ پر نازل ہوتا تھا، اسی وقت آپ ﷺ کے دل پر نقش ہو جاتا تھا اور آپ ﷺ کبھی بھولے نہیں تھے، لیکن پھر بھی رمضان المبارک میں جبرائیل علیہ السلام ہر رات آپ ﷺ کے پاس آتے تھے اور جتنا قرآن اس وقت تک نازل ہو چکا ہوتا تھا، وہ رسول اللہ ﷺ انہیں سناتے تھے۔ جبرائیل کی آمد اور انہیں قرآن سنانے سے آپ ﷺ کو بڑی مسرت ہوتی تھی اور اس کی شکر گزاری کے سبب آپ ﷺ کی سخاوت وفیاضی عام معمول سے بہت زیادہ اور وافر ہو جاتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھلائی کے معاملے میں (معمولاً) تمام انسانوں سے زیادہ فیاض تھے۔ خاص کر ماہ رمضان میں آپ ﷺ کی فیاضی عروج پر ہوتی تھی۔ کیونکہ رمضان کے مہینے جبرائیل علیہ السلام ہر رات کو رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے تھے اور حضور ﷺ انہیں قرآن مجید سناتے تھے۔ جبرائیلؑ سے ملاقات کے بعد تو حضور ﷺ بھلائی کے معاملے میں چلتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ فیاض ہوتے تھے، وہ ہوا جو چلنے کے بعد کہیں رکتی نہیں اور ہر چیز پر سے گزرتی ہے اور ہر جگہ پہنچتی ہے۔8 تاہم حیات النبی ﷺ کے آخری رمضان المبارک 10ھ میں آپ ﷺ نے جبرائیلؑ سے قرآن پاک کے دو دور مکمل فرمائے تھے۔9 جبکہ اس سے قبل آپ ﷺ ہر سال رمضان المبارک میں قرآن کا ایک دور کرتے تھے۔ اس وجہ سے تلاوت قرآن رمضان المبارک کی راتوں میں مستحب ہے۔

ہمارے سلف صالحین کا یہ طرز عمل رہا کہ جوں ہی رمضان المبارک شروع ہوتا وہ قرآن مجید کھول کر اس کی تلاوت اور اس پر غور و تدبر میں مشغول ہو جاتے اور جملہ علائق دنیوی سے مکمل کنارہ کشی اختیار کر لیتے تھے۔ کیونکہ روزہ دار قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا دراصل قرآن اور رمضان کے درمیان ایک تعلق پیدا کرتا ہے۔ رمضان المبارک میں قرآن کریم کی تلاوت اس کی نزول کی یاد دلاتا ہے کہ یہ قرآن مجید کے

Marfat.com

تلاوت اور اس سے استفادے کے دن ہیں۔

نیکیوں کا موسم بہار:

رمضان میں تلاوت قرآن کا اجر اور لحاظ سے بھی زیادہ ہے کیونکہ رمضان میں فرض نماز کا اجر ستر گناہ زیادہ اور سنتوں کا فرضوں کے برابر ہے۔اس کو مدنظر رکھ کر قیاس کیا جائے تو عام دنوں میں قرآن مجید کے ایک حرف کے تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں تو رمضان المبارک میں پھر ایک حرف پر سات سونیکیاں ملتی ہیں۔صرف ''الم'' پر 21 سونیکیاں ملنے کی اُمید ہے، اس لیے علماء اور حفاظ قرآن اس ماہ مبارک میں دوسرے مہینوں کی نسبت تلاوت قرآن پر بہت زیادہ مستعد ہو جاتے ہیں۔قرآن حکیم کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کی کوشش کرتے ہیں۔دن میں خود پڑھتے ہیں اور رات کو تراویح میں اس کو سننے اور سنانے کا اہتمام کرتے ہیں۔اسی وجہ سے اس مبارک مہینے کو نیکیوں کا موسم بہار کہا جاتا ہے۔

قرآن اور روزے کی سفارش:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے''روزے اور قرآن مجید قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے۔روزہ کہے گا: پروردگار! میں نے اس کو کھانے پینے اور شہوات نفسانی پورا کرنے سے روکا تھا۔آپ اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمائیں اور قرآن مجید کہے گا: میں نے اس کو رات میں سونے سے روکا تھا۔ آپ اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمائیں۔آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔'' روزے کی سفارش سے روزہ دار کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے جبکہ قرآن کی سفارش سے اُسے درجات عالیہ نصیب ہوں گے۔

نزول قرآن کی یادگار:

جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو اللہ تعالیٰ کی حکم پر قربانی کے لیے پیش فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان تاریخی دن کو ہمیشہ کے لیے

Marfat.com

یادگار بنادیا، تمام مسلمانوں کے لیے یہ طریقہ مقرر کیا کہ وہ اس روز قربانی کر کے اس دن کی یاد تازہ کریں۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فرعون سے نجات دے کر اس دن کو یادگار بنانے کے لیے اس دن کا روزہ مقرر کیا۔ اس طرح اس ماہ مبارکہ میں قرآن نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس پورے مہینے کو نزول قرآن کی یادگار بنادیا اور اسی غرض کے لیے رمضان کے روزے مقرر کیے گئے!! چونکہ رمضان المبارک قرآن کا مہینہ ہے اور اس کی تمام فضیلت ہی اس قرآن کریم کی وجہ سے ہے۔ اس لیے چاہیے کہ اس ماہ قرآن پاک کو غور حوض سے پڑھا اور سمجھا جائے کیونکہ یہی سنت النبوی ﷺ ہے۔

Marfat.com

حوالہ جات

(1) نکات القرآن، جلد اوّل، صفحہ 482

(2) سورۃ البقرہ، آیت 185

(3) تفسیر حواشی قرآن مجید' سورۃ بقرہ، آیت 185 کی تشریح صفحہ 73

(4) انوار القرآن، جلد اوّل، صفحہ 84

(5) مسند احمد، بحوالہ لطائف المعارف، صفحہ 283

(6) سیرۃ النبی ﷺ، جلد پنجم، صفحہ 249-284

(7) (ا) قرآن مجید، ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی، تفسیر: مولانا صلاح الدین یوسف (ب) تفہیم القرآن، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (پ) بخاری شریف (باب الرویا) (ت) مشکوۃ شریف (باب الرویا)

(8) متفق علیہ، کتاب الصوم

(9) صحیح بخاری، کتاب الصوم، صفحہ 284

(10) مشکوۃ شریف 1866/7

(11) کتاب الصوم، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، صفحہ 237

Marfat.com

فضائل رمضان

روزہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں تیسرا رکن ہے۔ اس کی فضیلت کے بارے میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ نماز کے علاوہ اور کوئی رکن یا دوسرا عمل اس کی ہمسری نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے لیے خاص کیا ہوا ہے۔

روزہ میرے لیے ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ ''ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے کئی گنا بڑھایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا تک ملتا ہے حتیٰ کہ دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے کا معاملہ اس سے جدا ہے، کیونکہ یہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا جزا دوں گا۔ روزہ دار اپنی خواہشات نفس اور اپنے کھانے پینے کو میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں۔ ایک فرحت افطار کے وقت ملتی ہے اور دوسری فرحت اپنے رب سے ملاقات کے وقت نصیب ہوگی۔ روزہ دار کے منہ کی بساند اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ لطیف و پسندیدہ ہے اور روزہ ڈھال ہے (یعنی روزہ شیطان اور نفس کے ضرر سے بچالیتا ہے) پس جب تم سے کوئی شخص روزے سے ہو، تو اسے چاہیے کہ نہ اس میں بدکلامی کرے اور نہ دنگا فساد کرے۔ اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ کرے یا لڑے تو وہ لڑنے والے سے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں (یعنی حالت روزہ میں میرے لیے گالیاں دینا اور لڑنا روا نہیں) متفق علیہ۔ [1]

Marfat.com

علماء نے اس حدیث کی تشریح میں روزے کے ثواب اور فضیلت کے بارے میں لکھا ہے کہ دوسری عبادتوں کے برعکس روزہ ایک مخفی عبادت ہے جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ اور روزہ دار کو ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی چھپ کر کھا پی لے تو کسی کو اس کا علم نہیں ہو سکتا چنانچہ وہ روزہ نہ رکھتے ہوئے بھی خود کو روزہ دار ظاہر کر سکتا ہے۔ روزہ دار صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر نفس کشی، بھوک پیاس برداشت کرتا ہے۔ اس کا تعلق نیت سے ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کی جزا دوں گا۔ میں اپنے روزہ دار بندے کے ثواب کو جانتا ہوں، یہ صرف مجھے معلوم ہے کہ اس کی نیکیوں کو کس قدر بڑھانا چاہئے اور کس قدر نوازنا چاہئے۔

روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں اس کی تشریح میں شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں کہ پہلی فرحت تو طبعی ہے کہ روزہ افطار کرنے سے نفس کو جس چیز کی خواہش ہوتی ہے مل جاتی ہے اور دوسری فرحت روحانی ہے جس کے لیے روزہ رکھا۔ روزے کی وجہ سے روزہ دار حجاب جسمانی سے علیحدہ ہونے اور علم الیقین کا فیضان ہونے کے بعد تقدس کے آثار دیکھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ جس طرح نماز کے سبب تجلی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ کھانے پینے کی بند ہونے کی وجہ سے منہ میں جو خاص قسم کی بساند محسوس ہوتی ہے اس سے کراہت نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہی بساند اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ جبکہ روزہ ڈھال ہے کہ مفہوم میں لکھا گیا ہے کہ جس طرح دشمن کا وار ڈھال پر روکا جاتا ہے۔ اس طرح برائی کا موقع پیدا ہونے پر کوئی شخص یہ خیال کر کے کہ وہ روزے سے ہے اور میرے لیے یہ مناسب نہیں کہ میں روزہ کی حالت میں کسی سے لڑائی جھگڑا کروں یا گالی گلوچ سے اپنی زبان آلودہ کروں تو وہ اس برائی سے نہ صرف بچ جاتا ہے بلکہ روزہ کو صحیح معنوں میں ڈھال کے طور پر کام آتے ہوئے خود بھی دیکھ لے گا۔ [2]

Marfat.com

شیطان باندھے جاتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں) اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین باندھے جاتے ہیں ایک اور روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ متفق علیہ [۳]

رمضان المبارک کے آغاز کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے رحمت اور لطف وکرم کے باب واہ ہو جاتے ہیں۔ پے در پے رحمتوں کا نزول شروع ہوتا ہے۔ دعاؤں کو شرف قبولیت ملتا ہے۔ اس کی فضا اس قدر پاکیزہ ہوتی ہے کہ انسان صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے کافی حد تک بچا رہتا ہے اور شیطان اس کو بہکانے پر قادر نہیں ہوتا۔ لیکن یہ فضیلت رمضان المبارک کے مہینہ میں صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص ہے کیونکہ کفار رمضان کے مہینوں میں بہ نسبت اور مہینوں کے زیادہ اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ شعائر الٰہی کی ہتک کرنے میں اور بھی زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ مگر مسلمان جب روزہ رکھتے ہیں۔ شب کو عبادتیں کرتے ہیں پھر ان میں سے جو کاملین ہیں، وہ نور الٰہی کے دریا میں غوطہ زن ہوتے ہیں اور ان کی دعائیں سب مسلمانوں کا احاطہ کر لیتی ہیں، ان کے انوار کا پرتو جب ادنیٰ درجے کے لوگوں پر پڑتا ہے تو وہ بھی سب پر چھا جاتی ہے۔ جس سے ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق عبادت کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل کرتا ہے اور گناہوں کی لغزشوں سے بچتا ہے۔ [۴] یہاں تک کہ اس ماہ میں مُردوں سے عذاب قبر تک اٹھایا جاتا ہے۔ [۵]

شب قدر میں خود احتسابی کے ساتھ عبادت:

آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جس شخص نے ایمان اور خود احتسابی کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے تو اس کے وہ سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے جو اس سے پہلے سرزد

Marfat.com

ہوئے ہوں اور جس شخص نے رمضان میں راتوں کو کھڑے ہو کر ایمان اور خود احتسابی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کیے تھے۔اسی طرح جس شخص نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ قیام اور اپنے اعمال کا احتساب کیا، اس کے وہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کیے تھے (متفق علیہ) ۶

یہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں ایمان اور حتساب کے ساتھ روزہ رکھنے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور شب قدر کی رات قیام سے صغیرہ گناہ حرف غلط کی طرح مٹائے جاتے ہیں ۔کیونکہ اس میں ہر رات ثواب کی لوٹ سیل ہوتی ہے۔خاص کر شب قدر کی رات تو بہت ہی بابرکت ہے۔کوئی بدنصیب ہی ہوگا جو اس کی سعادت سے محروم رہا۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''تمہارے لیے یہ مہینہ آیا ہے۔جس میں ایک رات یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔لہٰذا جو شخص اس رات کی سعادت سے محروم رہا اور اسے کم سے کم قیام اور عبادت کی بھی توفیق نہ ہوئی تو وہ ہر سعادت اور بھلائی سے محروم رہا۔یاد رکھو شب قدر کی سعادت سے بد نصیب ہی محروم ہوتا ہے۔'' ۷ اس لیے ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں عبادت کا باقاعدگی سے اہتمام کرنا چاہئے تاکہ بندہ شب قدر کی فضیلت سے محروم نہ رہے۔

بیہقی میں روایت ہے کہ۔''جنت ماہ رمضان کے لیے سال کے آغاز سے آنے والے سال تک یعنی ایک رمضان کے اختتام کے خاتمے سے اگلے رمضان کی آمد تک سجائی جاتی ہے۔جب رمضان کا پہلا دن آتا ہے تو عرش کے نیچے ایک ہوا چلتی ہے جو جنت کے پتوں میں گزرتی ہوئی آہو چشم حوروں کے اوپر پہنچتی ہے۔اس ہوا کو پا کر حوریں کہتی ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے نیکوکار بندوں میں سے ایسے شوہر عطا فرما جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور جن کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔ ۸

اس لیے اگر کوئی رمضان المبارک کا مہینہ اللہ تعالیٰ کی پوری فرمانبرداری، جذبے اور خود احتسابی کے ساتھ گزاریں تو یہ سب استقبال اور نعمتیں جنت میں ان کا انتظار کر رہی ہیں بلکہ روزہ دار جنت کے ایک مخصوص دروازے سے جنت میں داخل ہوں گے جس کا نام ''ریان''

Marfat.com

ہے جو صرف روزہ داروں کے لیے مخصوص ہے۔ 9

روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے:

ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور آدمی کے جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے''۔

صاحب مظاہر حق نے اس کی وضاحت میں لکھا ہے چونکہ زکوٰۃ کا مفہوم بڑھنا اور طہارت ہے۔ اس لیے ہر چیز کے لیے زکوٰۃ ہے۔ ہر چیز کی پاکیزگی اور طہارت کا ایک ذریعہ ہے جس کی وجہ سے وہ چیز پاکیزہ و طاہر ہوتی ہے، لہٰذا بدن کی زکوٰۃ یعنی بدن کی جسمانی صحت وتندرستی اور اس کی روحانی پاکیزگی وطہارت کا ذریعہ روزہ ہے۔ روزے سے بظاہر اگرچہ جسمانی طاقت وقوت کچھ گھٹتی ہے۔ مگر حقیقت میں روزہ جسم کے نشوونما اور صحت وتندرستی میں برکت واضافہ کا ایک ذریعہ بنتا ہے۔ اس کی وجہ سے بدن گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ زکوٰۃ مالی عبادت ہے جبکہ روزہ اطاعت بدنیہ ہے۔ 10

روزہ دار کا سونا بھی عبادت ہے:

چونکہ روزہ اطاعت بدنیہ ہے۔ اس لیے ایک مرفوع حدیث کے مطابق روزہ دار کا سونا بھی عبادت میں شامل ہے۔ حضرت حفصہ بنت سرینؒ کہتی ہیں کہ ابو العالیہ نے فرمایا ہے کہ روزہ دار عبادت ہی میں رہتا ہے جب تک کسی کی غیبت نہ کرے اگرچہ وہ اپنے بستر پر سو رہا ہو۔ حضرت حفصہؒ فرماتی ہیں کہ کیسی اچھی ہے یہ عبادت کہ مجھے اپنے بستر پر سونے میں ثواب مل رہا ہے۔ 11

ماہِ مغفرت:

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جو شخص خدا کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ستر سال کے فاصلے تک جہنم کی آگ سے دور کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ) 12

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ایک دن کا روزہ رکھا، اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے اتنے فاصلے تک دور کر دیتا ہے۔ جتنا ایک کوّا اپنے پیدا ہونے کے بعد سے بوڑھا ہو کر مرنے کی عمر تک فاصلہ اڑ کر طے کرتا ہے۔ ۱۳

صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ منبر کے دو درجوں پر چڑھے اور آمین! آمین! آمین فرماتے گئے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ ﷺ منبر پر چڑھے اور آمین! آمین! آمین! فرمایا؟ تو ارشاد فرمایا "اس وقت جبرائیلؑ میرے پاس آئے اور کہنے لگے، جس شخص نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کی بخشش نہ ہوئی، وہ آگ میں داخل ہو، اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیں۔ آپ ﷺ آمین کہیے تو میں نے آمین کہی۔ اور جس شخص نے اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے ایک کو پایا اور ان دونوں سے اچھا سلوک نہ کیا یہاں تک کہ وہ انتقال کر گئے تو وہ شخص بھی آگ میں داخل ہو اور اللہ اس کو اپنی رحمت سے دور کرے۔ آپ ﷺ آمین کہیے، پس میں نے آمین کہی اور وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ بھیجے یہاں تک کہ وہ مر جائے، تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور کریں آپ ﷺ آمین کہیے پس میں نے آمین کہی۔

حضرت سعید قتادہؒ فرماتے ہیں کہ جس کی رمضان میں مغفرت نہ ہوئی تو رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں اس کی ہرگز مغفرت نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ جو بدنصیب رمضان کے ابتدائی عشرے میں رحمت خداوندی سے محروم رہا، دوسرے عشرے میں مغفرت سے محروم رہا، تیسرے عشرے میں لیلۃ القدر سے محروم رہا اور اسے نجات نہ ملی تو اس کی رمضان کے علاوہ اور کونسے مہینے میں شفاعت ہو سکے گی؟

جس طرح وہ درخت جو موسم میں پھل نہ دے۔ وہ شجر سایہ دار نہ ہو، اس کو کاٹ کر جلا دیا جاتا ہے۔ اس طرح اس بدنصیب کو خود اپنے برے اعمال کاٹ کر جہنم کا ... بنا دیں گے۔ ۱۴

Marfat.com

حوالہ جات

(1) مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، کتاب الصوم 1863/4

(2) (ا) مظاہر حق، جلد دوم، صفحہ 297

(ب) حجۃ اللہ البالغہ، صفحہ 398

(پ) کتاب الصوم، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، صفحہ 37

(3) مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، باب الصوم 1860/1

(4) حجۃ اللہ البالغہ، صفحہ 97-396

(5) شرح الصدور، صفحہ 810 بحوالہ ''مرنے کے بعد کیا ہوگا'' صفحہ 50

(6) مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، 1861/3

(7) ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف، باب الصوم

(8) مشکوٰۃ شریف، 1870/11

(9) (ا) بخاری شریف ''کتاب الصوم'' (ب) صحیح مسلم ''باب الصیام''

(10) مظاہر حق جدید، جلد دوم، صفحہ 364

(11) لطائف المعارف، صفحہ 261

(12) مشکوٰۃ شریف، باب صیام التطوع، فصل اوّل 18

(13) مشکوٰۃ شریف، باب صیام التطوع، فصل اوّل 8

(14) (ا) لطائف المعارف، صفحہ 344 (ب) مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، باب درود کی فضیلت 865/8

Marfat.com

Marfat.com

عہد نبوی کے رمضان میں پیش آنے والے اہم واقعات

۱سنہ نبوی

رمضان المبارک 1 سنہ نبوت میں رسول اکرم ﷺ کی عمر مبارک کا اکتالیسواں سال تھا کہ آپ ﷺ نبوت سے سرفراز ہوئے۔ اس ماہ آپ غار حرا میں خلوت گزیں تھے کہ جبرائیلؑ امین کی آمد ہوئی اور وحی قرآنی کا سلسلہ شروع ہوا۔ نزول وحی کا سلسلہ کس تاریخ کو شروع ہوا، اس کہ بارے میں بعض کا خیال ہے کہ یہ 18 رمضان المبارک کی تاریخ تھی۔ لیکن بیشتر مفسرین اور سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ نزول وحی کا سلسلہ 27 رمضان المبارک کو شروع ہوا۔ اور شب قدر کی رات تھی۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔ ''ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا۔'' [۱]

نزول وحی کی ابتدا قرآن پاک کی سورۃ علق کی ابتدائی پانچ آیتوں سے ہوئی۔

''پڑھ اس خدا کے نام سے جس نے کائنات پیدا کیا۔ جس نے آدمی کو گوشت کے لو تھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ تیرا خدا کریم ہے۔ وہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ وہ جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں۔ جو اسے معلوم نہ تھیں۔'' (سورۃ علق ۔ا۔۵)

نزول وحی کے بارگراں اور جلال سے آپ ﷺ کے بدن مبارک پر لرزہ اور کپکپی طاری تھی کہ گھر تشریف لائے اور کچھ دیر بعد جب طبیعت پر سکون ہوئی تو پورا واقعہ اپنی زوجہ ''حضرت خدیجہؓ'' سے بیان کیا وہ آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو عبرانی زبان جانتے تھے توریت اور انجیل کے عالم تھے۔ آپ بہت ضعیف اور نابینا ہو چکے تھے۔

Marfat.com

انہوں نے پوری کیفیت سنی تو کہا کہ یہ وحی ناموس ہے جو موسیٰؑ پر اترا تھا۔ اور انہوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی۔[۲] نزول وحی کے بعد سب سے پہلے جن دو افراد نے آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی وہ حضرت خدیجہؓ اور ورقہ بن نوفل تھے جو اوّل نبوی ماہ رمضان المبارک میں مسلمان ہوئے۔

۲ سنہ تا ۴ سنہ نبوی

ان سالوں کے رمضان لمبارک کی مہینوں میں کسی خاص واقعہ کا بتصریح ذکر ہمیں نہیں ملتا کیونکہ یہ نبوت کے ابتدائی سال تھے۔ سنہ ۲ نبوی اور سنہ ۳ نبوی کے دوران آپ ﷺ اپنے قریبی دوست احباب کو غیر اعلانیہ دعوت دیتے رہے اس لیے مخالفت اور مزاحمت نہ ہونے کے برابر تھا۔ مگر جب سنہ ۳ نبوی اور سنہ ۴ نبوی کے دوران آپ ﷺ نے ارشاد خداوندی سے اعلانیہ دعوت دین کی تبلیغ کا آغاز کیا تو مشرکین اور کفار نے آپ ﷺ کی راہ میں روڑے اٹکانا شروع کیے۔ جہاں بس چلتا دست درازی سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔ مگر کفار اور مشرکین کی بغض عداوت اور ایذا رسانی کا سلسلہ اس وقت بہت تیز اور شدت اختیار کر گیا جب کفار مکہ کے وفد نے ابو طالب سے مطالبہ کیا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے دین کو دین باطل کہتا ہے۔ اس پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ لوگوں کو ہمارے معبودوں کی پرستش سے منع کرتا ہے۔ ان سے کہیے کہ وہ اس سے باز آجائیں اور ہمارے دین کی تائید کریں اور اگر وہ آپ کی بات نہ مانیں تو آپ ان کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں:

ابو طالب نے ان کا مطالبہ مسترد کر کے کہا: میں نہ انہیں باز رکھ سکتا ہوں اور نہ ان کی حمایت سے دستبردار ہو سکتا ہوں۔ ابو طالب نے ان کا مطالبہ ٹھکرایا جس پر وہ تلملا اٹھے اور رسول اکرم ﷺ کے خلاف متفقہ طور پر کمربستہ ہوئے۔[۳]

۵ سنہ نبوی

گزشتہ تین چار سالوں کے بہ نسبت یہ سال بہت کٹھن رہا۔ مشرکین اور کفار کی ستم

Marfat.com

رانیوں اور ایذاء رسانیوں میں اس قدر اضافہ ہوا کہ غریب بے چارے مسلمانوں کا جینا تک دشوار ہوا مگر اُن کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور نہ ان میں کوئی ڈگمگایا۔ جس کی وجہ سے ان کا غصہ شدید سے شدید تر ہوتا ہو گیا۔ ابو جہل اس قدر مغلوب الغضب ہوا کہ اس نے ابو حذیفہ بن مغیرہ کی باندی اور حضرت عمار بن یاسرؓ کی والدہ حضرت سمیہ بنت خباطؓ کو زیر ناف نیزہ مار کر شہید کیا۔ مگر وہ اس معمر صحابیہ کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکا اور یوں اس معمر خاتون کو ''اسلام کے پہلے شہید'' کا امتیازی شرف حاصل ہوا۔ مسلمان کفار مکہ کی جور و ستم سہتے رہے آخر رسول اکرم ﷺ کے اذن پر مسلمانوں نے ماہ رجب میں حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ہجرت حبشہ کا یہ قافلہ 11 مرد اور چار عورتوں پر مشتمل تھا۔ؔ

اس سال کا سب سے اہم واقعہ سورۃ النجم کی نزول ہے۔ یہ سورۃ مبارک 27 رمضان المبارک کو نازل ہوئی۔ یہ قرآن مجید کی پہلی سورۃ ہے۔ جس کو رسول اکرمؐ نے حرم میں مجمع عام میں اس وقت سنایا جب وہاں مسلمان اور کفار سب موجود تھے۔ یہ قرآن کی مختصر طویل سورتوں میں سے ہے۔ یہ تین رکوع اور 62 آیات پر مشتمل ہے۔ ان کی مضامین کا حاصل یہ ہے کہ ''یہ میرا محبوب مصطفیٰ سچا پیغمبر ہے۔ اس کو بڑے بڑے معاملات دکھلائے گئے ہیں۔ اس کے مدعا کو مان لو۔ یعنی پیغام الٰہی کو مان لو۔ لات، عزیٰ اور منات شفیع نہیں۔ آخرت اور اُولےٰ (یعنی دنیا) دونوں اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ خاص اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرو اور خاص اُسی کی عبادت کرو۔ غیر اللہ کو شفیع سمجھ کر دُعا و ندا غائبانہ مت کرو۔ؔ

رسول اکرمؐ نے جب حرم میں اس سورۃ مبارکہ کی تلاوت شروع کی تو قرآن پاک کے اعجاز اور اس کلام کی شدت تاثیر کا یہ حال تھا کہ وہ سب کے سب مبہوت ہو کر سننے لگے۔ آخر میں جب آپ ﷺ آیت سجدہ پڑھ کر سجدے میں گئے تو تمام حاضرین آپ ﷺ کے ساتھ سجدے میں گر گئے، مشرکین کے بڑے بڑے سردار جو مخالفت میں ہمیشہ پیش پیش ہوا کرتے تھے وہ بھی سجدہ کیے بغیر نہ رہ سکے۔ ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کفار میں سے صرف ایک شخص اُمیہ بن خلف کو دیکھا کہ اس نے سجدہ کرنے کی بجائے کچھ مٹی اٹھا کر

Marfat.com

اپنی پیشانی سے لگائی اور کہا میرے لیے بس یہی کافی ہے۔ بعد میں میری آنکھوں نے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل ہوا۔

سجدے کے بعد کفار مکہ کو سخت پریشانی اور پشیمانی لاحق ہوئی کہ یہ ہم سے کیا کمزوری سرزد ہوگئی ہے اور لوگوں نے بھی انہیں مطعون کرنا شروع کیا کہ دوسروں کو تو یہ کلام سننے سے منع کرتے ہیں مگر آج نہ صرف خود اسے کان لگا کر سنا بلکہ محمد ﷺ کے ساتھ سجدہ بھی کر گزرے۔ آخر انہوں نے یہ بات بنا کر اپنا پیچھا چھڑایا کہ ہمارے کانوں نے تو محمد ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ سنے تھے۔ یہ لات، عزیٰ اور منات بلند مرتبہ دیویاں ہیں اور ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے۔ حالانکہ اس سورۃ میں بہت واضح اور بغیر کی لگی لپٹی کے کہا گیا ہے۔ کہ یہ شفیع نہیں اور نہ لائق عبادت ہیں۔[6]

کفار مکہ کی سجدہ کرنے کی بات مہاجرین حبشہ تک اس صورت میں پہنچی کہ کفار مکہ مسلمان ہوگئے ہیں، چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ شوال ۵ نبوی میں مکہ واپس آگئے مگر یہاں آکر معلوم ہوا کہ ظلم کی چکی اسی طرح چل رہی ہے جس طرح پہلے چل رہی تھی۔ آخر دوسری ہجرت حبشہ واقع ہوئی جس میں پہلی ہجرت سے بھی زیادہ لوگ مکہ چھوڑ کر چلے گئے۔[7]

۶ سنہ نبوی

اگرچہ اس سال کے ماہ رمضان المبارک کے دوران کسی خاص واقعہ کا ذکر ہمیں کتب سیرت میں نہیں ملتا۔ مگر یہ سال بھی حسب معمول گزشتہ سالوں کی طرح قریش مکہ کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے بہت کٹھن رہا۔ کفار مکہ کی متشددانہ کاروائیوں کے سبب دوسری بار ہجرت حبشہ عمل میں آئی۔ تاہم اس شدید مخالفت اور پر آشوب دور میں مسلمانوں کو دو بڑی کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ ایک تو کفار مکہ کی وہ سفارت ناکام لوٹی جو انہوں نے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو واپس لانے کے لیے نجاشی کی خدمت میں بھیجی تھی۔ دوسری بڑی کامیابی حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا قبول اسلام تھا اور انہوں نے اعلانیہ مسجد حرام میں نماز

Marfat.com

ادا کی جو کفار مکہ کے لیے بہت بڑے صدمے تھے۔۸

۷ سنہ تا ۹ سنہ نبوی

قریش دیکھ رہے تھے کہ ان کی زبردست معاندانہ کوششوں، ظلم زور اور زبردستی کے باوجود اسلام کا دائرہ پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ جیسے لوگ ایمان لا چکے ہیں۔ نجاشی کی دربار سے انہیں نامراد لوٹنا پڑا، بنو ہاشم مسلمان نہ ہونے کے باوجود ابو طالب کی سرکردگی میں رسول اکرم ﷺ کے لیے کٹنے مرنے پر تیار ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کا غصہ جنون کی شکل اختیار کر گیا اور انہوں نے رسول اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان کے مکمل معاشی اور معاشرتی مقاطعہ کا ایک معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ محرم ۷ نبوی کو لکھا گیا جس کی بڑی شقیں یہ تھیں۔

(۱) اگر بنو ہاشم حضرت محمد ﷺ کو قتل کے لیے ہمارے حوالے نہ کریں تو ان کا مکمل معاشی مقاطعہ کیا جائے۔

(۲) ان کے ساتھ رشتے ناتے اور شادی بیاہ کے تعلقات منقطع کر لیے جائیں۔

(۳) ان سے کسی قسم کا خرید و فروخت اور لین دین ہرگز نہ کیا جائے۔

(۴) انہیں کھانے پینے کی اشیاء مہیا نہ ہونے دی جائیں۔

(۵) ان سے میل جول اور نہ روابط ضوابط ہی رکھے جائیں۔

(۶) انہیں گلی بازاروں میں گھومنے پھیرنے نہ دیا جائے۔

ابو طالب مجبور ہو کر تمام خاندان بنو ہاشم کے ساتھ شعب ابی طالب میں پناہ گزیں ہوئے۔ تین سال تک بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ صرف ایام حج میں بنو ہاشم شعب ابی طالب کی گھاٹی سے نکلتے اور تھوڑا بہت اجناس خرید لیتے تھے مگر قریش کے لوگ وہ بھی خریدنے نہیں دیتے تھے۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کی تحقیق کے مطابق اس معاشرتی مقاطعہ کے دوران آپ ﷺ حدود مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے

Marfat.com

اطراف و جوانب کی بستیوں میں تبلیغ کی۔ اگر ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کو صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر ے سنہ نبوی سے ۹ سنہ نبوی تک کے تین سالوں کے رمضان المبارک آپ ﷺ نے نہ صرف شعب ابی طالب میں بہت مشکل اور تنگدستی میں گزارے بلکہ حدود مکہ میں بھی داخل نہیں ہوئے ہوں گے۔ ۹

۱۰ سنہ بنوی ''عام الحزن''

(۱) ابو طالب کی وفات: اس سال شعبان کے مہینے میں یہ معاشی اور معاشرتی مقاطعہ ختم ہوا اور بنو ہاشم واپس اپنے گھروں کو آئے۔ شعبہ ابی طالب سے ابھی نکلے 28 دن ہوئے تھے کہ 7 رمضان المبارک کو ابو طالب کا انتقال ہو، اس وقت ان کی عمر اسی سال سے متجاوز تھی۔ اگرچہ بعض سیرت نگاروں نے ابو طالب کا تاریخ وفات نصف شوال اور بعض نے اوّل ذیقعدہ بھی لکھا ہے مگر مشہور روایت 7 رمضان المبارک ہی ہے۔ ۱۰

ابو طالب آنحضرت ﷺ سے 35 برس عمر میں بڑے تھے۔ رسول اللہ کو ان سے بہت محبت تھی۔ آپ نے بھی رسول اکرم ﷺ کی خاطر بہت مصائب کو جھیلا مگر کبھی آپ ﷺ پر آنچ نہ آنے دی، آپ امیر آدمی نہ تھے۔ ذریعہ معاش عطر فروشی تھا اور کبھی کبھی مقامی طور پر غلے کی تجارت بھی کرتے تھے۔ جسمانی طور پر بھی تندرست و توانا نہ تھے۔ بلکہ ایک ٹانگ پر معذور تھے۔ (11) اس لیے لنگڑا کر چلتے تھے مگر رسول اکرم ﷺ کی خاطر کبھی آپ کے پائے استقلال نہیں ڈگمگائے۔

ایک بار ابو طالب بیمار پڑے۔ آنحضرت ﷺ عیادت کے لیے گئے۔ تو انہوں نے کہا: ''بھتیجے! جس خدا نے تجھ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اس سے دعا کرو کہ مجھ کو اچھا کر دے۔ آپ ﷺ نے دُعا کی، دُعا قبول ہوئی اور وہ اچھے ہو گئے۔ تو آنحضرت ﷺ سے کہا: خدا تیرا کہا مانتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ''چچا جان! آپ بھی اگر خدا کا کہا مانیں تو وہ بھی آپ کا کہا

Marfat.com

مانے گا۔ ۱۲

ابو طالب کی وفات کے وقت آنحضرت ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ ابو جہل اور عبداللہ بن ابی اُمیہ وہاں پہلے سے موجود تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے شفیق چچا سے کہا مرتے مرتے لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے۔ میں خدا کی ہاں آپ کے ایمان کی شہادت دوں گا۔

ابو جہل اور ابن اُمیہ نے کہا۔

ابو طالب! کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے۔ بالآخر ابو طالب نے کہا: میں عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہوں۔ پھر آنحضرت ﷺ کی طرف مخاطب ہو کر کہا: میں یہ کلمہ کہہ دیتا۔ لیکن قریش کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا۔ انہیں گوارا نہ تھا کہ لوگ کہیں کہ وہ اپنے ابائی دین سے پھر گیا ہے۔

خدا کے ہر امر میں بڑی تدبیر اور مصلحت ہوتی ہے۔ ابو طالب اگر اس وقت یا ابتدا میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیتا جب پورا مکہ آپ ﷺ کے خلاف کمر بستہ تھا۔ جب بڑے بڑے شرفا و روساء قبول اسلام کے بعد ایذاء رسانی سے محفوظ نہ تھے۔ تو وہ رسول اکرم ﷺ کے اس قدر کام نہیں آ سکتا تھا نہ وہ اسلام کی وہ خدمت کر سکتا تھا کیونکہ آپ اہل قریش کے نظروں سے یک دم گر جاتے۔ بنو ہاشم ان کی بزرگی پر قلم پھیر دیتے اور آپ کا بھتیجے کے لیے سینہ سپر ہونا کچھ کام نہ آتا جو کلمہ نہ کہہ کر آپ نے کر دکھایا۔ ۱۳

(۲) حضرت خدیجہؓ کی وفات:

ابو طالب کا کفن ابھی میلا نہ ہوا تھا کہ ایک اور صدمہ جانکاہ پیش آیا اور آپ ﷺ کی غمگسار اور وفا شعار شریک حیات اُم المومنین حضرت خدیجہؓ داغ مفارقت دے گئیں۔ اکثر سیرت نگاروں نے حضرت خدیجہؓ کی تاریخ وفات ابو طالب کی رحلت کے تین دن بعد 10 رمضان المبارک لکھا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو ان کی قبر میں خود اتارا مگر نماز جنازہ نہیں پڑھی

Marfat.com

کیونکہ اس وقت نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ ابو طالب اور پھر خدیجہؓ کی وفات کا آنحضرت ﷺ کو شدید صدمہ ہوا۔ آپ ﷺ کے دونوں غمگسار اٹھ گئے، رسول اکرم ﷺ اس سال کو عام الحزن (سال غم) کہہ کر یاد فرمایا کرتے تھے۔[۱۴]

حضرت خدیجہؓ سے آنحضرت کو بے انتہا محبت تھی۔ جب وہ رسول اکرم ﷺ کی عقد میں آئیں تو ان کی عمر 40 برس تھی ایک روایت میں ان کی عمر 28 سال بتائی گئی ہے۔[۱۵] آپؓ نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ 25 برس ازدواجی زندگی میں گزارے۔ ان کے جیتے جی آپ ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ آپؓ نے آغاز نبوت سے لے کر وفات تک نہایت پر آشوب زمانہ دیکھا مگر کسی بھی موقع پر آپؓ کا حوصلہ پست نہ ہوا بلکہ رسول اکرم ﷺ کی ڈھارس باندھتی رہی اور مرتے دم تک راہ وفا میں ثابت قدم رہی۔

رسول اکرم ﷺ اکثر ان کو یاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت عائشہؓ نے حضرت خدیجہؓ پر رشک کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انہوں نے تصدیق کی، جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائیں، جب میرا کوئی معین اور مددگار نہ تھا تو انہوں نے میری مدد کی"۔

رسول اکرم ﷺ کی تمام اولاد بجز حضرت ابرہیمؑ جو ماریہ قبطیہؓ کی بطن سے تھا ان ہی سے ہوئی۔[۱۶] فتح مکہ کے وقت جب رسول اکرم ﷺ مکہ تشریف لائے تو آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کہاں قیام کریں گے تو آپ ﷺ نے خواہش ظاہر کی کہ حضرت خدیجہؓ کی قبر کے ساتھ آپ ﷺ کا خیمہ نصب کیا جائے۔

آپؓ کا مزار مبارک مکہ کی مصروف ترین شاہراہ کے کنارے جنت الاولیٰ میں اب بھی موجود ہے۔ جہاں خانوادۂ رسول ﷺ کے بہت سے اور لوگوں کی قبریں بھی ہیں۔[۱۷]

ابو طالب کی وفات کے بعد ابولہب سربراہ بنو ہاشم بنے۔ انہوں غالباً ماہ رمضان کے آخر یا شوال کے اوائل میں رسول اکرم ﷺ کے کنبہ بدری کا اعلان کیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر کسی نے رسول اکرم ﷺ کو قتل یا کوئی گزند پہنچائی تو ہم نہ دیت کا مطالبہ کریں

Marfat.com

گے اور نہ انتقام لیں گے۔

(۳) حضرت سودہؓ سے نکاح

حضرت خدیجہؓ کے انتقال سے آنحضرت ﷺ نہایت پریشان و غمگین تھے۔اس لیے آپ نے ﷺ گھربار اور بال بچوں کی دیکھ بھال کے لیے حضرت سودہؓ نے نکاح فرمایا۔

حضرت سودہؓ ابتدائے نبوت میں مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں۔اس بنا پر ان کو قدیم الاسلام ہونے کا شرف حاصل تھا۔ان کی شادی پہلے سکرانؓ بن عمرو سے ہوئی تھی جو ان کا چچا زاد تھا۔حضرت سودہؓ ان ہی کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں اور دین کی خاطر حبشہ ہجرت بھی کی۔سکرانؓ کی عقد سے حضرت سودہؓ کا ایک بیٹا عبدالرحمٰن تھا۔جس نے جنگ جلولاء میں شہادت پائی۔

سکرانؓ کی وفات کے بعد حضرت سودہؓ بیوہ اور بے یار و مددگار تھی۔حضرت سودہؓ کے ساتھ نکاح سے اگر ایک طرف آپ ﷺ کا اپنا گھر آباد ہوا تو دوسری طرف ایک بے سہارا بیوہ کو سہارا بھی ملا۔جس نے دین کی خاطر بڑی قربانیاں دی تھیں۔نکاح کے وقت آپؓ کی عمر پچاس سال تھی۔آپؓ کو رسول اکرم ﷺ کی خوشنودی بہت عزیز تھی۔اس لیے ہجرت مدینہ کے بعد آپؓ نے اپنی باری کی شب حضرت عائشہؓ کو دے دی تھی اور حضرت عائشہؓ کو بھی ان سے خاص تعلق تھا۔ان کا انتقال ۱۹ ھ کے ماہ شوال میں مدینہ میں ہوا،ایک اور روایت میں ان کا سنہ وفات 54ھ جبکہ ایک دوسری روایت 41ھ بیان ہوا ہے لیکن 19ھ کو مستند سمجھا جاتا ہے۔[۱۸]

ابن سعد نے حضرت سودہؓ کے رسول اکرم ﷺ سے عقد کی تاریخ رمضان المبارک ۱۰ نبوی لکھا ہے۔شبلی نعمانی بھی اس کو درست قرار دیتے ہیں۔تاہم بعض نے عقد کی تاریخ ماہ رمضان کے بجائے ماہ شوال لکھا ہے۔[۱۹]

Marfat.com

۱۱ سنہ نبوی تا سنہ ۱۳ نبوی

ان تین سالوں میں کفار کے جبر و استبداد میں بے انتہا اضافہ ہوا اور آپ ﷺ نے بدستور ان تین سالوں کے رمضان المبارک کے مہینوں کو ظلم وستم کے سائیوں میں گزارا۔ مگر اس دوران اسلام کا نور مدینہ منورہ میں بہت تیزی سے پھیلنے لگا۔ اہل مدینہ نے رسول اکرم ﷺ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی، آپ ﷺ کی خاطر کٹنے مرنے کے عہد و پیماں کیے۔ اس لیے نبوت کے چودھویں سال آپ ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔

ہجرت مدینہ کے بعد ایک نیا باب شروع ہوتا ہے۔ عہد نبوی ﷺ کے ان دس سالوں کے رمضان المبارک کے مہینوں میں بے شمار واقعات پیش آئے۔ جس میں غزوات وسرایا، معجزات اور وفود کی آمد کا حال خاص کر قابل ذکر ہے جس کا ذکر ہم نے علیحدہ ابواب میں کیا ہے۔ یہاں صرف ان چند اہم متفرق واقعات کے بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ جس کا کسی نہ کسی صورت میں رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ سے تعلق بنتا ہے۔

۱ سنہ ہجری

رسول اکرم کی ہجرت مدینہ کے بعد قیس بن صرمہؓ اسلام لائے۔ انہوں نے رمضان کا روزہ رکھا۔ افطار کے وقت گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ ان دنوں رات کو سو جانے کے بعد دوسرا روزہ شروع ہو جاتا تھا۔ ان کی بیوی نے جب کھانے پینے کا بندوبست کر لیا اور آئی تو دیکھا کہ دن بھر کی تکان کی وجہ سے ان کی آنکھ لگ چکی تھی۔ اب بیدار ہونے پر کھانا پینا ممنوع تھا اس لیے بغیر کچھ کھائے پیئے مجبوراً روزہ رکھا، دوسرے دن دوپہر کو ضعف کی وجہ سے گر کر بے ہوش ہوئے جس کی وجہ سے غروب آفتاب کے بعد طلوع صبح صادق تک کھانے پینے کی اجازت دی گئی۔ ۲۰

Marfat.com

۲ سنہ ہجری

اس سال پہلی بار مسلمانوں نے مکمل ایک ماہ کے روزے رکھ لئے حالانکہ وہ اس سے قبل ہر ماہ صرف تین روزے رکھتے تھے۔ ماہ رمضان المبارک کی روزوں کی فرضیت کا حکم اس سال تحویل قبلہ کے ایک ماہ بعد نصف شعبان کو آیا۔ [۲۱]

فاطمہؓ زہرا کا عقد:

اس سال کے ماہ رمضان ہی میں آپ ﷺ نے اپنی سب سے چہیتی بیٹی فاطمہؓ کا عقد حضرت علیؓ سے کیا جبکہ رخصتی ذی الحجہ میں ہوئی۔ فاطمہؓ رسول اکرم ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں اور آپ ﷺ کو بہت عزیز تھی۔ آپ ﷺ ہمیشہ حضرت علیؓ اور ان کے تعلقات میں خوشگواری پیدا کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ ایک بار میاں بیوی میں کچھ شکر رنجی ہوئی۔ تو آپ ﷺ ان کے گھر گئے اور دونوں کو راضی کیا۔ ان کے گھر سے نکلے تو آپ ﷺ بہت مسرور تھے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! جب آپ ﷺ ان کے گھر تشریف لے جا رہے تھے تو اور حالت میں تھے۔ اب آپ ﷺ اس قدر خوش کیوں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے ان دو افراد میں مصالحت کرادی جو مجھ کو محبوب ہیں۔

حضرت فاطمہؓ کی پانچ اولادیں ہوئیں۔ حسنؓ، حسینؓ، محسنؓ، اُم کلثومؓ، زینبؓ۔ محسنؓ بچپن میں انتقال کر گئے تھے جبکہ حضرت زینبؓ، اُم کلثومؓ، امام حسنؓ اور امام حسینؓ کا تاریخِ اسلام میں مقام و مرتبہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد میں نے فاطمہؓ سے زیادہ سچا کسی اور کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ عائشہؓ اور فاطمہؓ کی آپس میں کبیدگی ہوگئی۔ تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ ان ہی سے ساری بات پوچھ لیجئے۔ کیونکہ یہ ہمیشہ سچ کہتی ہیں۔ [۲۲]

عجیب بات یہ ہے کہ آپؓ کا عقد ماہ رمضان میں ہوا۔ وصال النبی ﷺ کے چھ ماہ بعد

Marfat.com

ماہ رمضان 11ھ میں آپ نے وفات پائی جبکہ آپؓ کے شوہر حضرت علیؓ نے بھی رمضان المبارک 40ھ کو جام شہادت نوش کیا۔۲۳

حضرت رقیہؓ کی وفات:

جس روز زید بنؓ حارثہ نے مدینہ آ کر جنگ بدر کی فتح کا مژدہ سنایا عین اس روز دختر رسول ﷺ حضرت رقیہؓ زوجہ حضرت عثمانؓ نے وفات پائی۔

حضرت رقیہؓ کی تاریخ پیدائش ۳۳ میلادنبوی بتائی جاتی ہے۔ جو ۷ سنہ قبل از نبوت بنتی ہے۔

اسلام کی خاطر آپؓ نے اپنے شوہر کے ہمراہ بڑے مصائب اور مشکلات کا سامنا کیا۔ نکاح کے بعد جب حضرت عثمانؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو آپ بھی ساتھ تھیں ایک مدت تک دونوں کا کچھ حال معلوم نہ ہوسکا۔ پھر ایک عورت نے آ کر خبر دی کہ میں نے ان دونوں میاں بیوی کو دیکھا ہے۔ تو آپ ﷺ نے دعا دی اور فرمایا کہ "ابرہیم علیہ السلام اور لوطؑ کے بعد عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بی بی کو لے کر ہجرت کی ہے۔

حضرت عثمانؓ حبشہ سے مکہ کو آئے اور وہاں سے مدینہ ہجرت کی، مدینہ میں آ کر حضرت رقیہؓ بیمار ہوئیں، یہ غزوہ بدر کا زمانہ تھا، حضرت عثمانؓ ان کی تیمارداری کی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہ ہوسکے۔۲۴

بدر میں قیام کے سبب رسول اکرم ﷺ حضرت رقیہؓ کی تدفین میں موجود نہ تھے۔ لیکن بدر سے واپسی پر آپ ﷺ ان کی قبر پر تشریف لے گئے۔ رسول اکرم ﷺ اس وقت کافی غمزدہ تھے۔ بہت سی خواتین ان کی جواں مرگی پر رو رہی تھیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے اُن کو خاموش کرنے کے لئے کوڑا اٹھایا مگر رسول اکرم ﷺ نے ان کا ہاتھ روکا اور فرمایا:

"عمر! انہیں رونے دو۔ جب رونا دل اور آنکھوں سے ہو، تو اللہ کی رحمت ہے اور جب ہاتھ اور زبان کی طرف سے ہو تو شیطان کی طرف سے ہے۔ فاطمہؓ ان کی قبر پر روتی رہی اور

Marfat.com

آپ ﷺ اپنے دامن سے ان کی آنسو پونچھتے رہے۔ ۲۵ے

طالب بن ابی طالب کی گمشدگی:

غزوہ بدر کے موقع پر حضرت علیؓ کا بھائی طالب بن ابی طالب گم ہو گیا۔ وہ جنگ بدر میں کفار مکہ کی طرف سے مجبوراً شریک جنگ تھا۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد اسے بہت تلاش کیا گیا مگر وہ نہ زخمیوں میں ملا اور نہ مقتولوں میں ان کی لاش نظر آئی۔

یہ ابو طالب کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اوّلادِ ابو طالب میں یہ واحد فرد تھا جسے کلمہ پڑھنا نصیب نہ ہو سکا۔ جبکہ ان کے دیگر تمام بھائی علیؓ، عقیلؓ اور جعفر رضی اللہ عنہم دین اسلام سے مشرف ہوئے تھے۔ ۲۶ے

ابولہب کی موت:

اس سال رمضان المبارک میں جنگ بدر کے بعد دوسرا اہم واقعہ ابولہب کی موت کا ہے ۔ جو جنگ بدر کی شکست کی خبر سن کر اتنا رنجیدہ ہوا کہ سات دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا۔ ابو لہب خود جنگ بدر میں شریک نہیں ہوا تھا بلکہ اس نے عاص بن ہشام کو اپنے چار ہزار درہم قرض کے عوض بھیجا تھا تا کہ وہ ان کی طرف سے لڑے۔

رشتہ میں وہ اگر چہ رسول اکرم ﷺ کا چچا تھا۔ مگر اسلام اور رسول اکرم ﷺ کی عداوت میں وہ تمام حدود پھلانگ گیا تھا اور ان کی بیوی اُم جمیل نے بھی کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا تھا۔ اُم جمیل راتوں کو آپ ﷺ کے گھر کے دروازے پر خاردار جھاڑیاں لا کر ڈال دیتی تا کہ صبح سویرے جب آپ ﷺ یا آپ ﷺ کے بچے باہر نکلیں تو کوئی کانٹا ان کے پاؤں میں چبھ جائے۔

ابولہب کے خبث نفس کا یہ حال تھا کہ جب رسول اکرم ﷺ کے صاحب زادے حضرت قاسمؓ کے بعد دوسرے بیٹے حضرت عبداللہؓ کا بھی انتقال ہو گیا تو یہ اپنے بھتیجے کے غم میں شریک ہونے کے بجائے خوشی خوشی دوڑتا ہوا قریش کے سرداروں کے پاس پہنچا اور ان

Marfat.com

کو خبر دی کہ آج محمد ﷺ بے نام ونشان ہو گئے جس پر سورۃ کوثر نازل ہوئی کہ تیرے دشمن ہی لاوارث اور بے نشان ہو جائیں گے۔

نبوت کے ساتویں سال جب تمام کفار مکہ نے بنی ہاشم کا معاشرتی اور معاشی مقاطعہ کیا اور وہ شعب ابی طالب میں محصور ہوئے تو تنہا ابولہب تھا جس نے کفار مکہ کا ساتھ دیا تھا۔

رسول اکرم ﷺ کو جب کھلے عام تبلیغ کا حکم ہوا اور آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر یَاصبَاحَاہ کی ندادی اور لوگ اکٹھے ہو گئے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو بڑے عذاب سے ڈرایا تو ابولہب نے بھنا کر کہا: تیرا ستیاناس ہو۔تو نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا۔جس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الھب نازل فرمائی۔جس میں ابولہب کی ہلاکت اور بربادی کی خبر دی گئی۔ اور قرآن پاک کی یہ پیش گوئی جنگ بدر کے سات روز بعد پوری ہوئی جب وہ عدَسہ Malignant Pustule بیماری میں مبتلا ہوا۔جس میں طاعون کی طرح گلٹی سے نکلتی ہے، چونکہ یہ چھوت کی بیماری تھی۔اس لیے چھوت کی ڈر سے ان کی اوّلاد بھی ان کے قریب نہیں پھٹکتی تھی۔تین دن لاش یوں ہی پڑی رہی حتیٰ کہ سخت بد بودار ہوگئی۔بالآخر اس کے لڑکوں نے بیماری پھیلنے اور عار کے خوف سے اس کے جسم پر دور ہی سے پتھر اور مٹی ڈال کر دفنا دیا اور اس کی رئیسانہ حیثیت جاہ ومنصب اور اوّلاد کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی گرفت کے سامنے کام نہ آئی۔۲۷

صدقہ فطر کا وجوب:

اس سال ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں نماز عید سے دو دن قبل صدقہ فطر کا حکم نازل ہوا تاکہ غریب غربا بھی عید کی خوشیوں میں شامل ہوسکیں۔۲۸

۳ سنہ ہجری

حضرت امام حسنؓ کی ولادت:

3 ہجری کے رمضان المبارک کا سب سے اہم واقعہ نواسہ رسول ﷺ حضرت امام حسنؓ

Marfat.com

کی پیدائش ہے۔آپ ﷺ نصف رمضان المبارک کو بطن مادر سے اس جہاں آب وگل میں تشریف لائے،امام حسنؓ کی پیدائش پر رسول اکرم ﷺ کو بہت خوشی ہوئی۔آپ ﷺ نے ان کے کان میں اذان دی اور اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا۔ساتویں دن عقیقہ میں ایک یا دو مینڈھے ذبح کیے اور سر کے بالوں کے برابر ہم وزن چاندی کا صدقہ دیا۔

حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے حسنؓ کو اپنے کاندھے پر بٹھایا تھا اور فرما رہے تھے۔

''اے اللہ! میں اس سے بہت محبت رکھتا ہوں تو بھی اسی سے محبت رکھ''

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد لوگوں نے آپؓ کو خلیفہ بنایا اور چالیس ہزار لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی لیکن امت کو افراق وانتشار سے بچانے کی خاطر آپ 15 جمادی الاوّل 41 سنہ ھ کو حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوگئے اور وہ پیشگوئی پوری ہوئی جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ امام حسنؓ کے ہاتھوں مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح ہوگی۔

خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد آپؓ مدینہ واپس جارہے تھے کہ بیمار ہوئے،آپؓ نے فرمایا: مجھے کئی بار زہر دیا گیا ہے۔امام حسینؓ نے مجرم کی نشاندہی چاہی تو آپؓ نے کہا: اگر زہر دینے والا شخص وہی ہے جس کے متعلق مجھے گماں ہے تب تو اللہ تعالیٰ خود ہی ان سے انتقام لے گا اور اگر وہ نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ کسی بے گناہ کو میری وجہ سے ضرر پہنچے۔۲۹

۵ سنہ ہجری

واقعہ افک:

شعبان 5 سنہ ھ میں غزوہ مریسیع ہوا۔یہ واحد غزوہ ہے جس میں کافی منافقین نے شرکت تھی۔ابن سعد نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے کسی جنگ میں منافقین اس کثرت سے شامل نہیں ہوئے تھے۔واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین ایک سوچے سمجھے

Marfat.com

منصوبے کے تحت عبداللہ بن ابی کی سرگردگی میں غزوے میں شامل ہوئے تھے ان کا مقصد کسی نہ کسی طور پر مسلمانوں کا آپس میں بھڑانہ اور لڑانا تھا چنانچہ فتح کے بعد واپسی کے سفر میں ایک انصاری اور ایک مہاجر صحابیؓ کا پانی پر جھگڑا ہوگیا۔ ایک نے انصار کو پکارا دوسرے نے مہاجرین کو آواز دی۔ دونوں طرف سے لوگ جمع ہوگئے۔ مگر معاملہ کو رفع دفع کردیا گیا۔ عبداللہ بن ابی نے اس بات کا بتنگڑ بنانا چاہا اور انصار کو کافی بھڑکانے کی کوشش مگر رسول اکرم ﷺ نے اس کی چالوں کو کامیاب نہ ہونے دیا جس پر وہ کافی جل بھن گیا اور سب ان کی شرارتوں کو بھانپ گئے۔ یہاں تک کہ خود ان کا اپنا بیٹا تلوار سونت کر ان کے سامنے کھڑا ہوگیا۔

اس واقعہ میں ناکامی کے بعد اس کی شیطانی ذہن نے ایک نیا اور انتہائی خطرناک شوشہ چھوڑا۔ اگر رسول اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثار صحابہ حد درجہ ضبط وتحمل کا مظاہرہ نہ کرتے تو شاید مدینہ کی نوخیز مسلم معاشرے میں ایک سخت خانہ جنگی برپا ہوتی اور اسلام دشمنوں کے وہ سپنے پورے ہوتے جو وہ مسلمانوں کی تباہی وبربادی کا دیکھا کرتے تھے۔

دوسرے دن واپسی کے سفر میں آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے مدینہ کے قریب ایک جگہ رات کے لیے پڑاؤ کیا۔ صبح کو جب وہاں سے روانگی ہوئی تو حضرت عائشہؓ کا ہودج اہل قافلہ نے یہ سمجھ کر اونٹ پر رکھدیا کہ ام المومنین اس کے اندر ہوں گی حالانکہ وہ اندر سے خالی تھا کیونکہ روانگی سے قبل جب ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا کہ حضرت عائشہؓ اٹھ کر رفع حاجت کے لیے گئی تھی اور جب پلٹ کر قیام گاہ کے قریب پہنچ گئی تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے گلے کا ہار ٹوٹ کر کہیں گرا ہے۔ وہ اپنے ہار کو تلاش کرنے میں اس قدر محو تھیں کہ قافلہ نکل گیا اور جب وہ واپس پلٹی تو وہاں کوئی نہ تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

میں یہ سوچ کر وہیں لیٹ گئی کہ جب ان کو میری عدم موجودگی کا پتہ چلے گا تو تلاش کے لیے ضرور واپس آئیں گے مگر تھوڑی دیر بعد صفوان بن معطل سلمیؓ آ گئے۔ جن کو یہ فرض سونپا گیا تھا کہ وہ قافلے میں سب سے آخیر میں روانہ ہوں۔ اور قافلے سے رہ جانے والی چیزیں

Marfat.com

سنبھالیں۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ کو حکم حجاب سے قبل دیکھا تھا۔ حضرت عائشہؓ کو دیکھتے ہی انہوں نے پہچان لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور جان گئے کہ قافلہ غلطی یا لاعلمی سے ان کو چھوڑ کر آگے چلا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اونٹ پر مجھے بٹھایا اور خود نکیل تھامے پیدل چلتے قافلے سے جا ملے۔''

منافقین نے جب حضرت عائشہؓ کو اس طرح بعد میں اکیلے حضرت صفوانؓ کے ساتھ آتے دیکھا تو اس موقع کو غنیمت جانا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے کہا: یہ تنہائی اور علیحدگی بے سبب نہیں اور انہوں نے اس بات کا ہوا بنا کر اُم المومنین کو حضرت صفوانؓ کے ساتھ مطعون کر دیا حالانکہ دونوں اس بات سے بالکل بے خبر تھے۔ اور اس نے بہتان پر بہتان اُٹھائے یہاں تک کہ چند ایک مسلمان بھی اس بہکاوے میں آ گئے۔

مدینہ پہنچ کر حضرت عائشہؓ بیمار پڑ گئیں۔ اسے خبر نہ تھی کہ باہر ان کے خلاف منافقین نے کیا طوفان برپا کیا ہے، یہ رمضان المبارک رسول اکرم ﷺ نے انتہائی کرب واذیت میں گزارا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ اس غزوے کے لیے 2 شعبان کو نکلے تھے۔ مدینہ میں رمضان کے چاند کے وقت واپس تشریف لائے تھے۔ مدینہ میں منافقین غزوے سے واپسی پر مہینہ بھر بہتان تراشتے رہے۔ حضرت عائشہؓ چونکہ بہت بیمار تھیں اس لیے میکے چلی گئی تا کہ وہاں والدہ اور بہنیں ان کی تیمارداری کر سکیں مگر ان کو ابھی تک اس بہتان کا پتہ نہیں تھا۔ اسے جب سارا واقعہ معلوم ہوا تو رو رو کر خود کو ہلکان کر دیا، اپنی صفائیاں پیش کرنے کی بجائے انہوں نے اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ اس قدر دل گرفتہ ہوئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں کون ہے جو اس شخص کے حملوں سے میری عزت بچائے۔ جس نے میرے گھر والوں پر الزامات لگا کر مجھے اذیت پہنچانے کی حد کر دی ہے۔ بخدا میں نے نہ تو اپنی بیوی میں کوئی برائی دیکھی ہے اور نہ اس شخص میں جس کے متعلق تہمت لگائی جاتی ہے۔

دراصل منافقین کا مقصد اگر ایک طرف رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی کو اجیرن

Marfat.com

بنانا اور تباہ کرنا تھا تو دوسری طرف انہوں نے رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عزتوں پر حملہ بھی کیا اور مسلمانوں میں بھی پھوٹ ڈالنے کی بھرپور سعی کی۔ آخر ایک ماہ بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ جس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کو منافقین کے الزامات سے بری قرار دیا گیا۔

''تم نے ایسی بات سنتی ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں۔ یا اللہ! تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے اور تہمت ہے (سورۃ النور' آیت 16)

چونکہ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے پورا ایک مہینہ مدینہ کی فضا اس بے بنیاد پروپیگنڈے سے مکدر رہی اس لیے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ وحی رمضان المبارک کی آخری تین راتوں میں نازل ہوئی ہوگی۔

مسلمانوں میں حضرت حسان بن ثابتؓ، مسطحؓ اور حمنہ بنت جحشؓ منافقین کے بہکاوے میں آ گئے تھے اور انہوں نے اس کا چرچا کیا تھا اور بہتان پر ایک گواہ بھی پیش نہ کر سکے۔ حالانکہ شریعت کے مطابق ان کے لیے چار گواہ پیش کرنے ضروری تھے جبکہ ان کی خود اپنی تعداد تین تھی۔ انہوں نے توبہ کی اور ان کو شرعی سزا دی گئی مگر عبداللہ بن ابی کو اس لیے سزا نہیں دی گئی کہ اس کے لیے آخرت کے عذاب عظیم کو ہی کافی سمجھا گیا۔ اور مومنوں کو سزا دے کر دنیا میں ہی پاک کر دیا گیا۔ سورۃ نور میں اس طرف اشارہ کر کے کہا گیا ہے ''اور ان میں سے جس نے اس کے بہت بڑے حصے کو سرانجام دیا اس کے لیے عذاب ہی بہت بڑا ہے۔ (آیت۔ 11)

حضرت عائشہؓ کو رسول اکرم ﷺ کی رفاقت 9 سال حاصل رہی۔ ۳۰ آنحضرت ﷺ کے وصال کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ آپؓ نے 17 رمضان المبارک 57ھ یا 58ھ منگل کی شب ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اُمہات المومنین میں حضرت عائشہؓ کے علاوہ حضرت صفیہؓ نے بھی ماہ رمضان میں وفات پائی تھی اور ان کا سال وفات رمضان المبارک 50 ہجری بتایا جاتا ہے۔ ۳۱ اگرچہ زیادہ تر سیرت نگاروں نے غزوہ

Marfat.com

مریسیع کو شعبان 5 سنہ ھ کا واقعہ بتایا ہے مگر ابن خلدون اور زمانہ حال کے بعض مفسیرین اسے 6 سنہ ھ کا واقعہ بتاتے ہیں۔۳۲

۶ سنہ ہجری

قحط اور نماز استسقاء:

اس سال ماہ رمضان میں قحط پڑا۔ لوگ دانے دانے کو محتاج ہو گئے۔ اس پر مستزاد خشک سالی نے لوگوں کو اور پریشان کیا ہوا تھا۔ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو گڑگڑا کر دعا مانگنے، تواضع اختیار کرنے اور صدقہ کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ عیدگاہ کو گئے اور دو رکعات نماز استسقاء پڑھائی۔ پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیہ پڑھی۔ پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہیں۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے ایک نہایت پرتاثیر خطبہ دیا۔ خطبہ کے اختتام پر لوگ اپنی جگہوں سے ابھی اٹھے نہ تھے کہ بادل گر آئے اور کئی دن تک متواتر بارش ہوتی رہی۔۳۳

۸ سنہ ہجری

نفلی طواف:

اس سال فتح مکہ کے دن 19 اور ابن سعد کے مطابق 20 رمضان المبارک بروز جمعہ رسول اکرم ﷺ نے کعبہ شریف کا طواف کیا۔ اور رش کی وجہ سے ہر چکر کے بعد آپ ﷺ اپنی چھڑی سے حجر اسود کا استلام کرتے تھے۔ یہ طواف عمرے کا نہیں بلکہ طواف نفل تھا۔ جو بیت اللہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے تھا۔ کیونکہ اس وقت آپ ﷺ احرام میں نہ تھے۔ طواف سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ مقام ابراہیم پر تشریف لائے۔ وہاں دوگانہ طواف ادا کیا پھر چاہ زم زم پر تشریف لے گئے۔ زمزم کو نوش کیا اور اس

Marfat.com

سے وضو بھی فرمایا۔۳۴ے

۱۰ سنہ ہجری

حضرت جریرؓ کا قبول اسلام:

اس سال رمضان المبارک میں حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ اپنے ایک سو پچاس رفقاء سمیت مشرف باسلام ہوئے۔۳۵ے

حضرت جریر بن عبداللہؓ بڑے مرتبے والے صحابی ہیں۔ ان سے ایک بڑی جماعت روایت کرتی ہے۔ ایک عرصہ تک کوفہ میں رہے پھر وہاں سے قرقیسا منتقل ہوئے جہاں 51 سنہ ہجری میں آپؓ نے وفات پائی۳۶ے

متفرق واقعات

(۱) رسول اکرم ﷺ کا پچھنے لگوانا:

رسول اکرم ﷺ نے رمضان المبارک میں روزہ کی حالت میں پچھنے لگوائے تھے۔ ابن سعد نے حضرت جابرؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ 18 رمضان المبارک کو دن کے وقت ابوطیبہ پچھنے لگانے کے آلات ہاتھوں میں لئے ہمارے پاس آیا۔ ہم نے اُن سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ رسول ﷺ کے پچھنے لگا رہا تھا۔۳۷ے

ابوجعفر سے مروی ہے کہ میں روزہ دار کے لیے پچھنے لگانے کو اس لیے ناپسند کرتا ہوں کہ رسول اکرم ﷺ نے روزہ کے حالت میں پچھنے لگوائے تو نقاہت کے باعث آپ ﷺ بیہوش ہو گئے۔ عکرمہؓ نے کہا کہ اس وقت ایک شخص منافق ہو گیا۔ کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کو بیہوش ہوتے دیکھا تو آپ ﷺ کی نبوت میں شک کیا۳۸ے

پچھنے لگانے کی اجازت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اس بات کے قائل ہیں کہ پچھنے لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے جبکہ امام احمد اس

Marfat.com

بات کے قائل ہیں کہ پچھنے لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔۹۳

آج کل اگر پچھنے نہیں لگائے جاتے مگر زمانہ قدیم میں پچھنے عام لگائے جاتے تھے۔اس کا طریقہ یہ تھا کہ جسم کے کسی خاص حصہ عموماً گردن کی رگوں اور گدی پر نشر یا استرے سے ہلکے ہلکے شگاف کر دیئے جاتے تھے جن سے خون رسنے لگتا تھا اور پھر سینگی سے اس کو چوسا جاتا تھا اس کو پچھنے لگانا کہا جاتا تھا۔آج بھی ڈاکٹر بعض اوقات طبی ضروریات کے لیے یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

حالت روزہ میں جماع:

ماہ رمضان کا واقعہ ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں تو ہلاک ہو گیا۔

رسول اکرم ﷺ نے پوچھا: تجھے کیا ہوا؟

اس نے کہا کہ میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی کے پاس چلا گیا۔

آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تیرے پاس کوئی غلام ہے جسے تو آزاد کر دے؟ اس نے نفی میں جواب دیا تو حضور ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم دو مہینے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو۔اس نے کہا یہ میرے بس کی بات نہیں۔آنحضرت ﷺ نے پھر اس سے پوچھا: کیا تمہارے پاس اتنا مال ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکو۔اس نے کہا میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔تب آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا بیٹھ جاؤ۔تھوڑی دیر بعد رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک بڑی ٹوکری لائی گئی جس میں کھجوریں تھیں۔آپ ﷺ نے اس سے کہا: یہ لے جاؤ اور صدقہ کر دے (یعنی کفارے کے طور اس سے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے) اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں یہ کسی ایسے شخص کو لے جا کر کھلاؤں جو مجھ سے زیادہ فقیر ہو۔خدا کی قسم مدینہ کی ان دونوں پہاڑوں کے درمیان مجھ

Marfat.com

سے بڑھ کر کوئی فقیر نہیں۔ رسول اکرم ﷺ یہ سن کر ہنس دیئے اور فرمایا: جاؤ یہ اپنے بال بچوں کو کھلاؤ۔[40]

اس طرح حضرت سلیمان بن صخرؓ (جن کو سلمہ بن صخر بیاضی بھی کہا جاتا ہے) نے ایک بار غصہ میں آ کر اپنی بیوی سے ظہار کیا کہ تو مجھ پر ماہ رمضان گزرنے تک ایسی حرام ہے جیسے ماں کی پیٹھ، ظہار ایک قسم کی طلاق ہے۔ فقہ کی اصطلاح میں شوہر کا اپنی بیوی کو ماں یا بہن یا ان عورتوں سے تشبیہ دینا ہے جو شرعاً اس پر حرام ہوں۔ مگر جب نصف رمضان گزر گیا تو اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھے۔ اور آنحضرت ﷺ کے پاس روتے ہوئے آئے اور احوال بیان کیا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ایک غلام آزاد کر، تو انہوں نے کہا میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو مہینے مسلسل روزے رکھ۔ مگر انہوں نے پھر عذر کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے لیکن انہوں نے کہا کہ میں اس کی توان نہیں رکھتا۔ تب رسول اکرم ﷺ نے فروہ بن عمروؓ سے فرمایا: اس کو کھجور کا عرق دے دو۔ عرق کھجور کا بڑا ٹوکرا ہوتا ہے۔ جس میں پندرہ صاع کھجور ہوتے ہیں جو ساٹھ افراد کے لیے کافی ہوتا ہے۔

ان احادیث کی تشریح میں علماء نے لکھا ہے۔ کہ اگر ایک آدمی اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکے اور قصداً اپنا روزہ یا قسم توڑ دے تو اس کا پہلا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے۔ اگر وہ اس کی بساط سے باہر ہو تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے اور اس میں جماع سے کلیتہً اجتناب کرے۔ اگر وہ اپنی جنسی ہیجان کی وجہ سے اس پر بھی قادر نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے لیکن اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو پھر بیت المال سے اس طرح کے لوگوں کی مدد کی جا سکتی ہے اور اگر اس کی بھی کوئی سبیل نہ ہو تو وہ اس وقت تک انتظار کرے جب ان تینوں چیزوں میں سے کسی ایک کی قدرت اسے حاصل ہو جائے یا کچھ دوسرے نیک لوگ، اس کی مدد کریں۔[41]

Marfat.com

حوالہ جات

(1) (ا) عہد نبوت کے ماہ و سال، صفحہ 25 (ب) تفہیم القرآن، جلد ششم، سورہ القدر کی تفسیر (پ) المصطفیٰ ﷺ، صفحہ 58

(2) سیرۃ النبی ﷺ، جلد اوّل، صفحہ، 4-203

(3) عہد نبوت کے ماہ و سال، صفحہ، 40-35

(4) عہد نبوت کے ماہ و سال، صفحہ، 42-40

(5) احسن التفسیر المعروف تفسیر بے نظیر، صفحہ 200

(6) تفہیم القرآن، جلد پنجم، صفحہ 90-188

(7) طبقات ابن سعد، جلد اوّل، صفحہ 76-273

(8) (ا) طبقات ابن سعد، جلد اوّل، صفحہ 276 (ب) عہد نبوت کے ماہ و سال، صفحہ 42 (پ) سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ، صفحہ 318-263

(9) (ا) سیرۃ النبی ﷺ کامل، ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ 384 (ب) طبقات ابن سعد، جلد اوّل، صفحہ 259 (پ) سیرۃ النبی ﷺ، جلد اوّل، صفحہ 240 (ت) پیغمبر اعظم و آخر ﷺ، صفحہ 328 (ٹ) سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ، جلد اوّل، صفحہ 326

(10) عہدِ نبوت کے ماہ و سال، صفحہ 49

(11) حیاتِ رسولِ اُمی ﷺ، صفحہ 85

(12) سیرۃ النبی ﷺ، جلد اوّل، صفحہ 243

(13) رسول عربی ﷺ اور عصر جدید، صفحہ 100

(14) عہد نبوت کے ماہ و سال، صفحہ، 50

Marfat.com

(15) (ا) پیغمبر اعظم و آخر ﷺ، صفحہ 216 (ب) حیات رسول اُمی ﷺ، صفحہ 87

(16) سیرۃ النبی ﷺ، جلد دوم صفحہ، 370

(17) تمنا بے تاب، صفحہ 77-175

(18) مظاہر حق، جلد پنجم، صفحہ 801+ صفحہ 971

(19) (ا) طبقات ابن سعد، جلد ہشتم، صفحہ 76 (ب) سیرۃ النبی ﷺ، جلد دوم، صفحہ 376

(20) عہد نبوت کے ماہ و سال، صفحہ 136۔ اگر اس روایت کو درست تسلیم کیا جائے تو پھر ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان فرض روزوں سے قبل ہر ماہ جو تین روزے رکھتے تھے وہ ایک دوسرے سے متصل ہوتے تھے۔ اسی لیے تو قیسؓ بن صرمہ بیہوش ہو کر گر پڑے تھے۔

(21) عہد نبوت کے ماہ و سال، صفحہ 144

(22) مشکوۃ شریف، اکمال فی اسماء الرجال، صفحہ 416

(23) مظاہر حق، جلد پنجم، صفحہ 736

(24) (ا) طبقات ابن سعد، جلد ہشتم، صفحہ 55 (ب) سیرۃ النبی ﷺ، جلد دوم صفحہ 392

(25) طبقات ابن سعد، جلد ہشتم، صفحہ 56

(26) (ا) عہد نبوت کے ماہ و سال، صفحہ 159 (ب) طبقات ابن سعد، جلد اوّل صفحہ 171

(27) (ا) تفہیم القرآن، جلد ششم، سورۃ الھب کی تفسیر و ترجمہ (ب) قرآن پاک کا ترجمہ: مولانا محمد جونا گڑھی، شرح: مولانا صلاح الدین یوسف، صفحہ 1752

(28) عہد نبوت کے ماہ و سال، صفحہ 144

(29) (ا) مظاہر حق، جلد پنجم، صفحہ 761+790 (ب) خاندان رسول ﷺ، صفحہ 130

(30) (ا) طبقات ابن سعد، جلد اوّل، صفحہ 262-65 (ب) تفہیم القرآن، جلد سوم ''سورۃ النور'' کی تفسیر (پ) قرآن پاک کا ترجمہ: مولانا محمد جونا گڑی، حواشی: مولانا صلاح الدین یوسف، صفحہ 962

Marfat.com

(31) خاندان رسول ﷺ، صفحہ 107

(32) (ا) سیرت النبی ﷺ، علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون، صفحہ 161 (ب) تفہیم القرآن ''سورۃ النور'' کا دیباچہ، صفحہ 306

(33) عہد نبوت کے ماہ وسال، صفحہ 212

(34) (ا) عہد نبوت کے ماہ وسال، صفحہ 262 (ب) طبقات ابن سعد جلد اوّل، صفحہ 431

(35) عہد نبوت کے ماہ وسال، صفحہ 330

(36) مشکوۃ شریف، اسماء الرجال جلد سوم، صفحہ 116

(37) (ا) طبقات ابن سعد، جلد دوم، صفحہ 198 (ب) جامع ترمذی' ابواب الصوم، صفحہ 286

(38) طبقات ابن سعد، جلد دوم، صفحہ 202

(39) کتاب الصوم، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، صفحہ 126

(40) بخاری شریف، کتاب الصوم، باب از اجامع فی رمضان 1935

(41) جامع ترمذی، ابواب اطلاق، جلد اوّل، صفحہ 432

(42) (ا) مظاہر حق جدید، جلد سوم، صفحہ 406 (ب) کتاب الصوم، صفحہ 31-130

Marfat.com

Marfat.com

رمضان المبارک میں پیش آنے والے غزوات وسرایا

تیرہ سال کے مسلسل دعوت وتبلیغ کے بعد جب مکہ کی سرزمین مزید دعوت کے لیے سازگار نہ رہی تو رسول اکرم ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔ مگر یہاں ابھی دم لینے نہ پائے تھے کہ مشرکین نے ایذارسانی کے لیے یہاں تک بھی ہاتھ پھیلائے اور سفر ہجرت کے چند روز بعد عبداللہ بن اُبی رئیس الانصار مدینہ کو لکھا ''تم نے ہمارے آدمیوں کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ تم تو ان لوگوں کو قتل کردو یا مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ خدا کی قسم ہم سب حملہ کر کے تم کو فنا کردیں گے اور تمہاری عورتوں کو اپنی تصرف میں لے آئیں گے۔[1]

اس انتباہ کے بعد ہر وقت مدینہ پر مشرکین کے حملہ کا دھڑکا رہتا تھا اور مدت تک یہ حال رہا کہ آنحضرت ﷺ راتوں کو جاگ جاگ کر گزارتے تھے۔ صحابہ کرامؓ بھی مسلح ہو کر رات بھر پہرا دیا کرتے تھے۔ شبلی نعمانی کے مطابق مدینہ آکر آنحضرت ﷺ کا سب سے پہلا کام حفاظت خود اختیاری کی تدبیر تھی نہ صرف اپنی اور مہاجرین کی بلکہ انصار کی حفاظت بھی مدنظر تھی کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کو پناہ دے کر قریش مکہ کو سخت افروختہ کیا تھا۔ اس بنا پر آپ ﷺ نے دو تدبیریں اختیار فرمائیں۔ اوّل تو آپ ﷺ نے قریش کے شامی تجارت کو مسدود کرنے کا فیصلہ کیا جو ان کا مایہ غرور تھی تا کہ وہ صلح پر مجبور ہو جائیں دوسرے یہ کہ مدینہ کے قرب وجوار میں جو قبائل آباد تھے۔ ان سے معاہدہ امن وامان کے لیے ایک لائحہ عمل طے کیا۔ ان مقاصد کے پیش نظر آپ ﷺ نے دفاعی اور مدافعتی کاروائیاں کیں۔[2] ابن سعد کے مطابق آپ ﷺ نے ستائیس غزوات میں خود حصّہ لیا جبکہ سنتالیس سرایا بھیجے[3]۔ یہ تمام جنگیں کلیتاً صداقت کے تحفظ اور آزادی انسان اور انسانی معاشرے میں قیام

Marfat.com

امن عدم وانصاف کے لیے لڑی گئیں۔ اور ان مہموں میں جتنے لوگ بھی شامل ہوئے وہ بغیر کسی دباؤ جبر واکراہ کے شامل ہوئے تھے ان کا مطمع نظر دنیوی مال و دولت نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تھی۔ رسول اکرم ﷺ کو ان تمام مہموں لیے افرادی اور مالی مسائل حسب ضرورت دعوت کے ذریعہ مہیا ہوجایا کرتے تھے۔[۴] یہ مہمیں اوّل ہجری سے لے کر دم وصال تک جاری رہیں۔ ان مہموں میں بعض انتہائی اہم مہمات ماہ رمضان المبارک میں سر کی گئیں۔ جس نے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ جن کا مختصر جائزہ لیا جاتا ہے۔

اسنہ ہجری

سریہ حمزہؓ

ابن سعد کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے پہلے سال ساتویں مہینے ماہ رمضان میں غزوات وسرایا کی ابتدا فرمائی تھی۔ جبکہ ابھی ماہ رمضان المبارک میں روزے فرض نہیں ہوئے تھے۔ سب سے پہلے جو سریہ بھیجا گیا تھا وہ حضرت حمزہؓ کی سرکردگی میں تھا۔ اس کا مقصد کشت وخون نہیں بلکہ تجارتی قافلوں کو چھیڑنا اور شامی تجارت کو بند کرنا مقصود تھا۔[۵] یہ مہم سریہ عیص یا سریہ سیف البحر کی نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہ سریہ رمضان المبارک اسنہ ھ کو مدینہ سے روانہ ہوا۔ سریہ میں شامل افراد کی تعداد تیس بیان کی جاتی ہے جو کہ تمام مہاجر تھے۔ آپ ﷺ نے سفید رنگ کا علم حضرت حمزہؓ کو عطا فرمایا۔ یہ پہلا پرچم تھا جو رسول اللہ کی جانب سے کسی کو عطا ہوا۔ ان کا ہدف ابوجہل کا وہ تجارتی کاروان سراسیمہ کرنا تھا جو تین آدمیوں اور سامان تجارت پر مشتمل تھا۔ مسلمان عیص کی جانب سے ساحل سمندر تک پہنچ گئے۔ حضرت حمزہؓ نے تجارتی کاروان کو روکا۔ مسلمانوں کا مقصد انہیں خوفزدہ کرنا اور اپنی قوت کا اظہار تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں جہاد کا حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ جبکہ ابوجہل نقصان کے اندیشے سے تصادم سے بچنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے اس علاقہ کے سردار اور قریش کے حلیف مجدی بن عمرو کو بیچ میں ڈالا اور معاملہ رفع دفع ہوگیا۔[۶]

Marfat.com

2 ہجری

غزوہ بدر:

اس سال ماہ رمضان میں جنگ بدر لڑی گئی جو تاریخ عالم کا ایک یادگار باب ہے۔ جس سے اسلام کو استحکام ملا اور مسلمانوں کی حیثیت نہ صرف تسلیم کی گئی بلکہ اب انہیں ایک برابر قوت بھی مانا گیا۔

اس غزوے سے تقریباً تین ہفتے قبل اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر روزے فرض کیے تھے۔ علماء کے نزدیک جنگ بدر سے قبل روزے رکھوا کر مسلمانوں کی نہ صرف عسکری تربیت کی تکمیل کی گئی بلکہ ان میں ضبط نفس کی صفت بھی پیدا ہوئی۔[7]

اس غزوے میں شرکت کے لیے مسلمان 12 رمضان کو نکلے مگر ایک روایت 9 رمضان المبارک بھی ہے۔[8] رسول اکرم ﷺ 16 رمضان کو میدان بدر پہنچے۔ مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ یا پندرہ تھی جبکہ مشرکین مکہ کی تعداد نو سو پچاس افراد پر مشتمل تھی۔ جنگ سے قبل آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو قریش کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ مکہ لوٹ جائیں، اگر تمہارے سوا دوسرے لوگ ہم سے جنگ کریں تو یہ مجھے زیادہ پسندیدہ ہے بہ نسبت اس کے کہ تم لوگ ہم سے لڑو۔ جس کے نتیجہ میں ہمارے ہاتھ سے تم اور تمہارے ہاتھ سے ہم ختم ہوں۔ حکیم بن حزام نے جب آنحضرت ﷺ کی یہ بات سنی تو کہا اس سے زیادہ انصاف کی بات کیا ہو سکتی ہے؟ خدا کی قسم ایسی بات کی پیشکش کے بعد تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے مگر ابو جہل اس پر بپھر گیا اور امن کی یہ کوشش رائیگاں گئی۔[9] اور 17 رمضان المبارک کو یہ جنگ لڑی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال رہی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکین پہ فتح عطا فرمائی۔ اس جنگ میں چودہ مسلمان شہید ہوئے جبکہ ستر مشرکین میدان جنگ میں کام آئے اور ستر کے قریب جنگی قیدی بنے۔ اس لیے اس لحاظ سے اس دن کا نام یوم الفرقان رکھ دیا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست سے دوچار کر کے حق اور باطل میں فرق

Marfat.com

واضح کر دیا۔

جنگ میں کامیابی کے بعد آپ ﷺ نے دو رکعت شکرانہ ادا فرمائے۔[10] اور دو قاصد مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو خوشخبری سنانے کے لیے روانہ فرمائے۔ آپ ﷺ میدان بدر میں تین دن قیام فرمانے کے بعد 20 رمضان المبارک کو مجاہدین کی قیادت میں فتح و نصرت کے پھریرے اڑاتے اور راستہ میں قبائل کے دلوں پر اپنی دھاک بٹھاتے واپس مدینہ منورہ پہنچے۔

چونکہ یہ رمضان کا مہینہ تھا اور روزے بھی چند روز قبل فرض ہوئے تھے۔ اس لیے اکثر صحابہ کرامؓ نے روزے رکھے تھے' لیکن جنگ سے قبل آپ ﷺ نے روزہ نہیں رکھا تھا اور آپ ﷺ نے منادی کی کہ دوسرے روزہ دار بھی روزہ کھولیں کیونکہ دشمن کے مقابلے کے لیے قوت کی ضرورت ہے۔ اس لیے اس منادی کے بعد تمام صحابہ کرامؓ نے روزے چھوڑ دیئے۔[11]

سریہ عمیر بن عدی:

غزوہ بدر کے فوراً بعد 25 رمضان المبارک کو یہ مہم حضرت عمیر بن عدی خرشہ الخطمی کے سپرد ہوئی۔ جس کا ہدف عصماء بنت مروان تھی۔ اس کا نام بعض نے عقما بھی لکھا ہے۔ یہ خاتون شاعرہ تھی وہ اپنے زہریلے اشعار سے نہ صرف فتنہ و فساد بھڑکاتی تھی بلکہ رسول اکرم ﷺ کی ہجو بھی کیا کرتی تھی۔ یہ خاتون شاعرہ یزید بن حصن الخطمی کے پاس مقیم تھی' جس کے عمیر بن عدی کے ساتھ نہایت قریبی تعلقات تھے۔ اس لیے باوجود نابینا ہونے کے عمیر بن عدی نے یہ مہم اپنے سر لی۔ وہ رات کو عصماء کے مکان میں داخل ہوئے اس وقت وہ سو رہی تھی اس لیے آپؓ نے اسے ٹٹول ٹٹول کر تلاش کیا اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اور اپنی مہم میں کامیاب ہو کر مدینہ لوٹے۔ صبح کی نماز مدینہ میں رسول اکرم ﷺ کی امامت میں ادا کی اور رسول اللہ کو اپنی مہم کی کامیابی کی خوشخبری سنائی۔ رسول

Marfat.com

اللہ نے خوش ہو کر ان کا نام عمیر بصیر (بینا) رکھ دیا۔[۱۲]

اسلامی تاریخ کے مطالعہ اور ادلہ شرعیہ کے مراجع و مصادر سے پتہ چلتا ہے کہ شاتم رسول کی سزا موت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے انکار رسالت پر تو کبھی گرفت نہیں کی مگر توہین رسالت اور شاتم رسول کے لیے عملاً موت کی سزا اور حد کا اطلاق کیا۔ سیرۃ النبی ﷺ کے مطالعہ سے واضح ہے کہ آپ ﷺ نے ذاتی تکالیف پہنچانے والوں کو تو عفو و رحمت سے نوازا اور بعض ذاتی آزمائشوں پر دعائیں بھی دی ہیں مگر اہانت رسالت کے حوالے سے آپ ﷺ کا طرز عمل بہت واضح ہے۔ اسلام نے فتنے کو قتل سے بھی بڑا جرم قرار دیا ہے۔ اہانت اور تضحیک کا پہلو فتنے سے تعلق رکھتا ہے اس لیے اس کی سزا موت ہے اور شاتم رسول کے سلسلہ میں فقہاء کے درمیان اتفاق ہے۔ ایسے بدبخت کے جرم کا علم ہو جانے کے بعد اس کی توبہ بھی قبول نہیں۔

توہین رسالت کے اوّلین بدبختوں میں عصما کے علاوہ کعب بن اشرف، نصر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط، ابوعفک، ابورافع، ابوعزہ جمحی، حارث بن طلال اور ابن خطل کی دو ہجو گو لونڈیاں ارتب اور ام سعد شامل ہیں۔ ان سب کو عہد رسالت مآب ﷺ میں آپ ﷺ کے حکم یا علم سے قتل کیا گیا۔ اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر جہاں عفو عام اور رحمت و شفقت کا تاریخی اظہار ہوا، اس موقع پر بھی چند ایسے لوگوں کے لیے قتل کا حکم دیا گیا جن سے توہین رسالت کے جرم کا ارتکاب ہوا تھا اور ان کے بارے میں یہاں تک حکم دیا گیا کہ اگر یہ لوگ کعبۃ اللہ کے غلاف سے بھی لپٹے ہوں تو انہیں معاف نہ کیا جائے۔[۱۳]

غزوہ الکدر:

ابن ہشام اور ابن خلدون کے مطابق بدر سے واپسی پر آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنی سلیم مدینہ پر شب خون مارنے کے لیے "کدر" کے مقام پر جمع ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ بدر سے مدینہ کے واپسی کے سات روز بعد اس مہم پر روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کی آمد کا سن

Marfat.com

کر دشمن منتشر ہوا۔ یہاں آپ ﷺ نے تین دن قیام فرمانے کے بعد واپسی کا سفر اختیار کیا۔ ابن خلدون کے مطابق یہاں سے ایک سریہ رسول اللہ ﷺ نے غالب بن عبداللہ لیثی کی قیادت میں روانہ کیا جس نے بنوعفان اور سلیم کا پیچھا کیا اور مال غنیمت لے کر کامیاب لوٹے۔[۱۴] لیکن واقدی نے مغازی رسول میں اس غزوے کی تاریخ محرم 3 ہجری جبکہ ابن سعد نے نصف محرم 3 ہجری بتائی ہے۔ جو کہ درست معلوم ہوتی ہے۔[۱۵] کیونکہ آپ ﷺ بدر میں قیام فرمانے کے بعد 20 رمضان المبارک کو واپس ہوئے۔ ابن ہشام اور ابن خلدون کے حساب سے مدینہ سے روانگی کی تاریخ پھر 27 رمضان المبارک ٹھہرتی ہے۔ اگرچہ بعض دیگر سیرت نگاروں نے یہ تاریخ روانگی 25 رمضان المبارک لکھی ہے اور اگر 25 رمضان المبارک کو بھی تسلیم کیا جائے تو ''کدر'' کا فاصلہ مدینہ منورہ سے یاقوت کے بیان کے مطابق کوئی 96 میل بنتا ہے جس کو یکطرفہ طے کرنے میں کم سے کم تین دن لگیں گے اور اگر اس میں تین دن قیام کو بھی شامل کر لیا جائے تو اس حساب سے رسول اکرم ﷺ نے پہلی عیدالفطر یا تو مقام ''کدر'' یا راستہ میں پڑھی ہوگی' جبکہ مسافر پر نماز عید بھی واجب نہیں۔ جو کہ ایک خاص واقعہ ہے۔ مگر اس کا ذکر کتب سیرت میں نہیں۔ بلکہ سیرت نگاروں کے مطابق اسی سال رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تھے۔ صدقہ فطر کا حکم بھی آخر میں نازل ہوا اور آپ ﷺ نے عیدالفطر کی نماز پہلی بار باجماعت عید گاہ میں اسی سال ادا فرمائی۔ نماز عید سے قبل آپ ﷺ نے ایک خطبہ دیا جس میں صدقہ فطر کے فضائل بیان فرمائے اور پھر صدقہ کا حکم دیا تھا۔[۱۶] واقعاتی شہادتوں اور بنوقینقاع سے تنازعہ کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو ''غزوہ الکدر'' کی تاریخ 3 ہجری ہی صحیح اور درست معلوم ہوتی ہے۔

غزوہ بنوقینقاع:

ہجرت کے وقت مدینہ منورہ میں یہودیوں کے تین قبیلے بنوقینقاع' بنونضیر اور بنوقریظہ

Marfat.com

آباد تھے۔ ان میں بنو قینقاع پیشے کے لحاظ سے زرگر تھے۔ یہ یہود مدینہ میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر تھے۔ جنگی اسلحہ بھی ان کے پاس کافی زیادہ تھا اور انہیں اپنی جنگی قوت پر ناز بھی تھا۔ عبداللہ بن سلام کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا۔ جنگ بدر میں ان کا خیال تھا کہ قریش کا متحدہ لشکر مسلمانوں کو کچل کر رکھ دے گا، مگر ان کے توقع کے خلاف مسلمان میدان جنگ سے کامران لوٹے تو یہ بات ان کے لیے کسی سانحہ سے کم نہ تھی۔ ان کے سینوں میں کینہ وحسد کی آگ بھڑک اٹھی اور جو معرکہ قریش سے سر نہ ہو سکا وہ خود سر کرنے کے لیے میدان میں اترنے کا خیال ان کو آیا تاکہ ایک طرف اپنی بہادری کی دھاک بٹھا سکیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی قوت کو کچل کر قریش کو بھی زیر بار احسان کیا جائے۔ اس لیے انہوں نے جنگ بدر کے فوراً بعد مسلمانوں سے دو دو ہاتھ ہونے کا فیصلہ کر لیا اور معاہدہ امن توڑنے کے لیے بہانہ سازی کرنے لگے۔

چونکہ یہ لوگ زیادہ تر سنار' لوہار اور ظروف ساز تھے اس لیے لوگ بکثرت ان کے بازار میں جایا کرتے تھے۔ یہ اپنے بازار میں آنے والے مسلمانوں کو نہ صرف چھیڑنے لگے بلکہ عید سے قبل ایک مسلمان باپردہ خاتون جب خریداری کے لیے آئی تو یہودی دکاندار نے ان کو چہرے سے نقاب اٹھانے کو کہا جس پر اس نے انکار کیا مگر ان کے دوسرے ساتھی نے چپکے سے اس عورت کی لنگی کا ایک کونا دکاندار کی لنگی سے اس طرح باندھا کہ جب وہ بے خیالی میں اٹھی تو ان کی رانیں تک ننگی ہو گئیں اور سب یہودی ٹھٹھا کرنے لگے۔ عورت نے دہائی دی تو ایک مسلمان جو یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اس کی مدد کو لپکا اور اس نے اس دکاندار کو قتل کر دیا اور پھر دوسرے دکانداروں نے مل کر اس مسلمان کو قتل کر دیا اور جب رسول اکرم ﷺ نے تفتیش احوال کے بعد فرمایا: اللہ سے ڈرو' ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی بدر والوں کی طرح عذاب آئے، تو انہوں نے نخوت بھرے لہجہ میں للکار کر جواب دیا:

''یا محمد ﷺ! ہم کو تم اپنی قوم کی طرح خیال کرتے ہو۔ ایسے دھوکے میں نہ آؤ۔ تم نے ایسی قوم سے مڈبھیڑ کی ہے جو لڑائی سے ناواقف تھی۔ ان پر تم نے فتح پائی۔ خدا کی قسم! اگر ہم

Marfat.com

سے لڑو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ جنگ کیا ہوتی ہے۔

چونکہ ان کی طرف سے نقض عہد اور اعلان جنگ ہو گیا تھا۔ مگر آپ ﷺ نے صبر فرمایا کہ ہوسکتا ہے انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جائے۔ لیکن مسلمانوں کی خاموشی پر ان کے حوصلے اور بلند ہوئے اور مسلمانوں پر حملے کے لیے پر تولنے لگے یہاں تک کہ مسلمانوں کو خدشہ لاحق ہوا کہ وہ کہیں اچانک ان پر حملہ نہ کردیں۔ اس لیے عیدالفطر کے بعد شوال میں آپ ﷺ نے ان کے خلاف ہتھیار اٹھائے۔ بنوقینقاع نے پندرہ روز قلعہ بند ہو کر مسلمانوں کے محاصرے کا مقابلہ کیا مگر بالآخر ان کے اعصاب جواب دے گئے اور وہ اس پر راضی ہو گئے کہ آپ ﷺ جو فیصلہ ان کے بارے میں کریں گے وہ ان کو منظور ہوگا۔ عبداللہ بن ابی جوان کا حلیف تھا اس نے آنحضرت ﷺ سے سفارش کی کہ انہیں جلاوطن کرنے کی نرم ترین سزا دی جائے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے ان کے شہر بدری کا حکم دیا اور وہ مدینہ سے نکل کر شام کو چلے گئے۔ ان کی جنگی قوت 7 سو افراد پر مشتمل تھی۔ جن میں 3 سو زرہ پوش تھے۔ اور یہ قضیہ جو رمضان المبارک کے آخری عشرے میں شروع ہوا تھا شوال میں اپنے اختتام کو پہنچا۔

اس لحاظ سے اگر ہم دیکھیں تو عہد نبوی ﷺ کا یہ رمضان المبارک جس میں پہلی بار روزے فرض ہوئے تھے کافی معرکہ آرائی اور شورش میں گزرا۔

3 ہجری

جنگ احد کی تیاری:

جنگ احد اگرچہ شوال میں لڑی گئی تھی اور کفار مکہ کے لشکر کی تاریخ روانگی مکہ سے عموماً 6 شوال اور مقریزی کے حوالے سے 5 شوال بیان کی جاتی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ 3 ہجری کا رمضان المبارک مشرکین مکہ نے مسلمانوں کے خلاف اپنی جنگی قوت اور سازوسامان اکٹھا کرنے میں گزارا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ مشرکین مکہ نے رمضان المبارک

Marfat.com

ہی میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا ہوگا مگر تین ہزار کا لشکر، ان کے لیے ضروریات مہیا کرنے میں توقع سے زیادہ وقت صرف ہو چکا ہوگا۔ اس لیے یہ جنگ رمضان المبارک کی بجائے شوال میں لڑی گئی۔ ۱۸

6 ہجری

سریہ اُمّ القرفہ:

اس سریہ کو سریہ بنی فزارہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اُم قرفہ بنو فزارہ کی سردار تھی۔ رمضان المبارک 6 ہجری میں یہ مہم ان کی سرکوبی کے لیے بھیجی گئی تھی۔ کیونکہ اس نے رجب 6 ہجری میں مسلمانوں کے 12 افراد پر مشتمل ایک تجارتی کاروان کو نہ صرف لوٹا بلکہ ان میں 9 افراد کو شہید اور قافلے کے قائد زید بن حارثؓ کو شدید زخمی کر دیا تھا۔ زید بن حارثؓ جب صحت یاب ہوئے تو ان کی سرکردگی میں یہ مہم روانہ کر دی گئی۔ یہ مہم کامیاب رہی اور سردار قبیلہ ام القرفہ جو بہت بوڑھی عورت تھی اس معرکہ میں قتل کر دی گئی۔ ۱۹

سریہ عبداللہ بن عتیک:

غزوہ احزاب میں مشرکین کی متحدہ لشکر کی تشکیل میں جس شخص نے نمایاں کردار ادا کیا تھا وہ ابو رافع تھا۔ اس کا اصل نام سلام بن ابی الحقیق تھا۔ جو خیبر کے یہود میں ایک ممتاز مقام رکھتا تھا۔ لوگوں کو اسلام کے خلاف برانگیختہ کرنا اور رسول اکرم ﷺ کی شان میں ہجو گوئی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے ان کی سرکوبی کے لیے عبداللہ بن عتیکؓ کی سرکردگی میں پانچ یا سات افراد کا ایک چھاپہ مار دستہ روانہ کر دیا جنھوں نے رات کو اچانک ان کے گھر پر چھاپہ مار کر اسے قتل کر دیا۔ ابو رافع کو قتل کرنے کے بعد یہ دستہ بحفاظت واپس مدینہ پہنچ گیا۔ ۲۰

Marfat.com

7ہجری

سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی:

اس سال ماہ رمضان المبارک میں حضرت غالب بن عبداللہ اللیثیؓ کی سرکردگی میں ایک سوتیس افراد کا ایک دستہ بنوعوال اور بنوعبد بن ثعلبہ کی طرف وادی میفعہ بھیجا گیا جو کہ مدینہ سے نجد میں کچھ آگے 96 میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس سریہ میں اسامہ بن زید کے ہاتھوں ایک ایسا شخص قتل ہوا جس نے مسلمانوں کو حملہ آور ہوتا ہوا دیکھ کر خوف سے کلمہ پڑھا، جس پر رسول اکرم ﷺ نے ان کی سرزنش کی کہ آپ نے ان کا قلب چیر کے کیوں نہ دیکھا کہ معلوم کر لیتے کہ وہ صادق تھا یا کاذب۔ اس سریہ میں اگرچہ کوئی گرفتار نہیں ہوا' تاہم بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا جو بیشمار اونٹوں اور بکریوں پر مشتمل تھا۔ ۲۱

سریہ حرقہ:

یہ سریہ بھی اس سال ماہ رمضان المبارک میں جہینہ کی طرف بھیجا گیا۔ جب یہ لشکر وہاں پہنچا تو امیر لشکر اسامہ بن زید نے اپنے مخبر بھیجے۔ ان کی فراہم کردہ اطلاعات کی روشنی میں یہ دستہ آگے بڑھا یہاں تک کہ دشمن کے سر پر جا پہنچا۔ حملہ سے قبل اسامہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور کہا ''میں تمہیں اللہ کے سوا جس کا کوئی شریک نہیں' ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ کہ تم میری اطاعت کرو اور حکم عدولی سے بچو، کیونکہ جس کی اطاعت نہ کی جائے اس کی رائے کچھ وزن نہیں رکھتی۔ اس کے بعد آپؓ نے حملہ کر دیا۔ اس دن مسلمانوں کا شعار یعنی آپس میں ایک دوسرے کو پہچاننے کا کوڈ ورڈ ''امت امت'' تھا۔ ۲۲

8ہجری

فتح مکہ:

صلح حدیبیہ کے بعد اگرچہ مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان امن قائم ہو چکا تھا مگر

Marfat.com

یہ معاہدہ زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکا۔ قریش کے حلیف بنو بکر نے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنوخزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے ان کی بھرپور مدد کی جس کی وجہ سے معاہدہ ٹوٹ گیا۔

اکثر سیرت نگار عموماً لکھتے ہیں کہ ''ابوسفیان صلح حدیبیہ کی تجدید کے لیے بعد میں بھیجے گئے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے ان کی پذیرائی نہیں کی تو اس نے مسجد میں تجدید معاہدہ کا اعلان کیا'' مگر یہ یکطرفہ اعلان تھا کیونکہ انہوں نے بنوخزاعہ کے مقتولین کا خون بہا دینے یا بنو بکر کی حمایت سے دستبردار ہونے کی کوئی بات نہیں کی جو کہ مسلمانوں کا مطالبہ تھا۔ اس لیے مسلمانوں نے معاہدہ منسوخ ہی تصور کیا۔ اگر وہ خون بہا دینے یا بنو بکر کی حمایت سے دستبردار ہونے کا اعلان کرتا تو شاید مشرکین مکہ اس قدر تذبذب میں نہ ہوتے کیونکہ جب انہوں نے مکہ میں تجدید معاہدہ کا حال سنایا تو سب نے کہا کہ یہ نہ صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھ جائیں، نہ جنگ ہے کہ لڑائی کا سامان کیا جائے۔

رمضان المبارک ہی میں رسول اللہ نے مکہ پر چڑھائی کا فیصلہ کیا' تاہم آپ ﷺ نے اتنی احتیاط کی کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہونے پائے یا انہیں مغالطہ میں رکھا کہ ان کے خلاف کارروائی کب ہونے والی ہے کیونکہ ان ہی دنوں میں آپ ﷺ نے ابوقتادہؓ کی سرکردگی میں ایک سریہ روانہ کیا۔[۲۳]

سریہ ابوقتادہؓ:

مشرکین مکہ کو تذبذب اور گومگو کے عالم میں رکھنے کے لیے آپ ﷺ نے یہ سریہ مکہ روانگی سے قبل بطن اضم کی جانب روانہ کیا۔ یہ دستہ کل 9 افراد پر مشتمل تھا۔ اس مہم کی روانگی سے قریش ایک حد تک بے فکر ہو گئے۔ اس دستے کی راستہ میں کسی دشمن سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی کیونکہ ان کے پیش نظر تو کوئی دشمن تھا ہی نہیں۔ اس لیے جب یہ دستہ واپس ہوا اور خشب پہنچا تو ان کو معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ مکہ روانہ ہو چکے ہیں تو انہوں نے درمیانی مختصر راستہ اختیار کیا اور السقیاء کے مقام پر رسول اللہ ﷺ سے جا ملا۔[۲۴]

Marfat.com

مکہ روانگی:

رسول اکرم ﷺ دس رمضان المبارک کو دس ہزار کی جمعیت لیکر مدینہ سے مکہ کے ارادے سے نکلے۔ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے ابواُم کلثوم بن حصین بن عتبہ غفاریؓ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ روانگی کے وقت تمام مسلمان روزے سے تھے مگر جب آپ ﷺ کدید پہنچے، جو عسفان اور امج کے درمیان واقع ہے تو آپ ﷺ نے عصر کی نماز کے بعد سب کے سامنے علانیہ اپنی سواری پر روزہ افطار کیا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ اس کے ساتھ آپ ﷺ نے لوگوں کو بھی روزہ کھولنے کا حکم دیا۔ بعض لوگوں نے روزہ کھولنے میں تامل کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نافرماں ہیں۔ ۲۵ غالباً اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ کی راہ میں لڑنے والا ایسا ہے جیسا کہ روزے رکھنے والا عبادت گزار اور قرآن خوان، جو کبھی روزہ رکھنے اور نماز پڑھتے نہیں تھکتا جب تک کہ وہ جہاد سے واپس نہ آئے۔ ۲۶ امام حزم ظاہریؒ کے مطابق یہ آپ ﷺ کا آخری سفر رمضان تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے رمضان المبارک میں سفر نہیں فرمایا۔ ۲۷

آپ ﷺ نے قریش مکہ کو آخر دم تک بے خبر رکھا اور اچانک ان کے سروں پر پہنچ گئے۔ مسلمانوں کی قوت اور طاقت دیکھ کر ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور انہوں نے بغیر کسی مزاحمت کے مکہ آپ ﷺ کے حوالے کر دیا۔ 20 رمضان المبارک بروز جمعہ آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اس وقت مشرکین انتہائی خوفزدہ اور سراسیمہ تھے۔ خانہ کعبہ کو بتوں سے صاف کرنے کے بعد آپ ﷺ نے ان خوفزدہ لوگوں سے پوچھا:

''تم کو کچھ معلوم ہے کہ میں تم لوگوں سے کیا سلوک کرنے والا ہوں''۔

تب سب کو اپنے کرتوت یاد آئے۔ سب کے دل تھرائے۔ وہ خود کو رحم کے مستحق ہرگز نہیں سمجھ رہے تھے لیکن وہ آپ ﷺ کے مزاج شناس تھے۔ انہوں نے پکارا

''تو شریف بھائی ہے اور شریف برادر زادہ ہے''۔

Marfat.com

تب آپ ﷺ نے فرمایا ''تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔ تو فتح مکہ کے ساتھ آپ ﷺ نے ان کے دل بھی فتح کر لیے۔ یہاں تک کہ اپنی متروکہ املاک جو ہجرت کے وقت مسلمانوں نے چھوڑا تھا' جواب مشرکین کے قبضہ اور تصرف میں تھے ان سے بھی دستبردار ہونے کا اعلان کر دیا۔

ماہ رمضان ہی میں قریش مکہ مدینہ پر حملہ آور ہوئے اور جنگ بدر لڑی گئی۔ ماہ رمضان ہی میں جنگ احد کے لیے مشرکین مکہ نے تیاری کی تھی اور اب ماہ رمضان ہی میں صرف سات سالوں کے اندر وہ مفتوح ہوئے۔ کعبہ جس میں آپ ﷺ کو کھلے عام عبادت کی اجازت نہ تھی' جس کے طواف سے آپ ﷺ کو روکا گیا تھا آج اس کی چابیاں آپ ﷺ کے ہاتھوں میں تھیں اور طویل عرصہ کے بعد کعبہ مشرکین کی ہاتھوں سے نکل کر توحید کے علمبرداروں کے قبضہ میں آیا۔ اب اس میں ہبل کی بجائے ایک اللہ کی عبادت کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ ۲۸

ابن سعد کے مطابق فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ پندرہ روزہ تک مکہ میں مقیم رہے اور اس دوران نماز قصر (سفرانہ) پڑھتے رہے۔ آپ ﷺ کا مکہ میں طویل قیام کا ارادہ نہ تھا۔ ۲۹ اگر آپ ﷺ کا مکہ میں پندرہ دن سے زیادہ قیام کا ارادہ ہوتا پھر پوری نماز پڑھتے۔ کیونکہ پندرہ دن سے زیادہ قیام کرنے والے کے لیے پوری نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے اطراف کے بڑے بڑے بت خانوں کے انہدام کے لیے مختلف مہمیں روانہ کیں۔

سریہ سعد بن زید اشہلیؓ:

24 رمضان المبارک کو آپ ﷺ نے حضرت سعد بن زید اشہلیؓ کو 20 سواروں کے ساتھ قبیلہ اوس و خزرج کے بت منات کو ڈھانے کے لیے بھیجا۔ اس کا تخت گاہ المشلل تھا۔ جو قدید کے پاس مدینہ منورہ سے سات میل کے فاصلے پر تھا۔ وہ ایک بن گھڑا پتھر تھا۔ ازد

Marfat.com

عسان، اوس اور خزرج اس کا طواف کرتے تھے۔ عمرو بن لحی نے جو بت گاڑھے تھے یہ ان میں سب سے دراز قد تھا۔ اوس اور خزرج جب کعبہ کا طواف اور حج کرتے تو احرام اتارنے اور بال منڈوانے کی رسم یہاں ادا کرتے تھے۔

حضرت سعد بن زید اشہلیؓ جب اس بت کو ڈھانے آئے تو اس کے مجاور نے کہا کہ تم اس کو نہیں ڈھا سکتے مگر وہ آگے بڑھے تو ایک کالی برہنہ سیاہ پراگندہ سر عورت سینہ کوبی کرتی ہوئی وہاں سے نکلی۔ اس نے مجاور سے کہا کہ ان نافرمانوں کو روکو مگر سعدؓ نے عورت اور بت دونوں کا کام تمام کر دیا۔ اور واپس رسول اکرم ﷺ کے پاس لوٹے۔[۳۰]

سریہ خالد بن ولیدؓ:

فتح مکہ کے بعد 25 رمضان کو آپ ﷺ نے خالد بن ولیدؓ کو 30 سواروں کے ساتھ نخلہ روانہ فرمایا تا کہ وہ وہاں عزیٰ نامی بت توڑ آئیں۔ یہ طائف سے مکہ آتے ہوئے راستہ میں پڑتا تھا۔ بنو ہاشم کا حلیف قبیلہ بنو شیبان اس کا مجاور تھا۔[۳۱]

قریش کا اعتقاد تھا کہ خدا گرمیوں میں عزیٰ کے ہاں جبکہ جاڑے میں لات کے ہاں طائف میں قیام کرتا ہے۔[۳۲]

سریہ عمرو بن العاصؓ:

عزیٰ اور منات کے ساتھ آپ ﷺ نے قبیلہ ہذیل کے بت "سواع" ڈھانے کے لیے عمرو بن العاصؓ کو بھیجا۔ یہ بت خانہ رھاط میں تھا۔ جو ساحل سمندر پر مکہ سے تین میل دور ایک قصبہ تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ جب اس کو ڈھانے کے لیے پہنچے تو بت کے مجاور نے اپنے خوش عقیدے کی بنا پر کہا کہ تم اسے نہیں ڈھا سکتے "خداوند سوع" تمہیں خود روک دے گا۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا:

افسوس کہ تم ابھی تک ان خوش فہم باطل عقیدوں میں مبتلا ہو"۔ یہ کہہ کر آپؓ نے اس بت پر ایک کاری ضرب لگا کر توڑ دیا اور بت خانے کے خزانے کی کوٹھڑی بھی منہدم کروائی۔ اس

Marfat.com

کام سے فارغ ہو کر مجاور سے پوچھا تم نے کیا دیکھا۔ مجاور پر بتوں کی حقیقت واضح ہو چکی تھی۔ اس نے اسی وقت کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوا۔ ۳۳

غزوہ حنین کی تیاری:

غزوہ بدر میں قریش کی شکست کے بعد جس طرح کا خواب بنوقینقاع نے دیکھا تھا بالکل اسی طرح کا خواب فتح مکہ کے بعد قبائل ہوازن اور ثقیف نے دیکھا کیونکہ اہل مکہ کی بلا مزاحمت شکست قبول کر لینے کی وجہ سے ان کے حلیف قبائل کو بڑا صدمہ پہنچا۔ چونکہ اہل مکہ کی بیشتر اراضی، باغات اور جاگیریں طائف میں تھیں اس لیے ان قبائل کو ان پر قبضہ کرنے کا خیال آیا۔ لیکن مسلمانوں کی طرف سے جوابی حملے کا خطرہ تھا۔ اس لیے انہوں نے فوراً مکہ معظمہ پر قبضہ کرنے کا منصوبہ رمضان ہی میں بنایا۔ جنگی لحاظ سے یہ قبائل کافی مضبوط اور جنگجو تھے۔ مبارزت طلبی، شہسواری، تیراندازی میں ان کا جواب نہ تھا اس لیے ان کا خیال تھا کہ وہ ایک ہی حملے میں مسلمانوں کی قوت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیں گے۔ جس سے انہیں متعدد سیاسی و مادی فوائد کے حصول کی توقع تھی۔ مکہ نہ صرف پھر بت پرستی کا مرکز بن جائے گا بلکہ دینی اور دنیوی سیادت بھی ان کو میسر ہونے کی امید تھی کیونکہ مسلمانوں کو شکست دینے کے بعد دنیوی سیادت کا تاج خودبخود ان کے سروں پر سجتا مگر رسول اکرم ﷺ ان سے بے خبر نہ تھے۔ تمام سیرت نگاروں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ غزوہ شوال میں ہوا تھا۔ فتح مکہ کے بعد رسول اکرم ﷺ تقریباً پندرہ دن تک مکہ میں مقیم رہے اور 6 شوال کو مکہ سے روانہ ہوئے ابن سعد نے بھی یہی لکھا ہے۔ ۳۴ مگر اس سے ذرا قبل دوسرے مقام پر ابن سعد نے حکم کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ 28 رمضان کو حنین روانہ ہوئے۔ ۳۵ ایک اور روایت کے مطابق رسول اللہ کی مدینہ سے مکہ روانگی کی تاریخ 2 رمضان بتائی جاتی ہے۔ ۳۶ اگر اس کو درست مانا جائے تو رسول اللہ پر عید الفطر یعنی شوال کا چاند سفر حنین میں ہی طلوع ہوا ہوگا مگر یہ روایت معتبر نہیں ہے۔ لیکن اس میں کوئی

Marfat.com

شک نہیں کہ ہوازن اور ثقیف کے قبائل نے ماہ رمضان میں فتح مکہ کے بعد مسلمانوں پر چڑھائی کا فیصلہ کیا تھا مگر بنوقینقاع کی طرح ان کو بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

9 ہجری

غزوہ تبوک سے واپسی:

اس سال ماہ رجب میں رسول اکرم ﷺ غزوہ تبوک پر روانہ ہوئے۔ یہ آخری غزوہ تھا جس میں آپ ﷺ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ یہ غزوہ انتہائی تنگی کے دور میں پیش آیا تھا۔ شدید گرمی کا موسم تھا' خشک سالی اور قحط کا زمانہ تھا جبکہ کھجور کی فصل بھی تیار تھی۔ زادراہ کی قلت' سواریوں کی کمی' دشمن کی قوت و کثرت اور طویل تھکا دینے والا صحرائی سفر۔ اس لیئے کہا جاتا ہے کہ یہ وہ غزوہ تھا جس میں منافقین پورے طور پر پہچانے گئے کیونکہ انہوں نے مختلف حیلوں بہانوں سے خود کو اس انتہائی تکلیف دہ سفر کی زحمت سے بچالیا تھا۔

اس مہم میں 30 ہزار کے لشکر کے ساتھ آپ ﷺ تبوک روانہ ہوئے۔ رومیوں اور غسانی قبائل نے جو مسلمانوں پر حملہ کا منصوبہ بنایا تھا وہ مسلمانوں کے لشکر جرار کو اپنے سر پر منڈلاتا ہوا دیکھ کر حوصلہ کھو بیٹھے اور اس قدر مرعوب ہوئے کہ آپ ﷺ نے 20 دن تک تبوک کے مقام پر قیام فرمایا مگر ان میں نبرد آزما ہونے کی جرأت پیدا نہ ہوئی۔ اس کے بعد واپسی کا سفر شروع ہوا اور رمضان المبارک کا چاند نظر آنے آپ ﷺ پر واپس مدینہ پہنچ گئے۔

اس غزوے سے تمام عرب پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ وہ اپنے پرانے سرپرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے حلیف بن گئے۔ جس سے اسلامی مملکت کی سرحدیں وسیع ہو گئیں اور رومیوں کی دراندازی کا بڑی حد تک خاتمہ ہو گیا۔

مدینہ واپس آنے کے بعد ماہ رمضان میں دو اہم واقعات پیش آئے۔ ان میں ایک واقعہ مسجد ضرار کے ڈھانے اور دوسرا ان صحابہ کرامؓ کا تھا جو اس غزوے سے بغیر کسی سبب کے

Marfat.com

پیچھے رہ چکے تھے۔

مسجد ضرار:

منافقین نے مسجد قبا کے مشرق میں تھوڑے فاصلے پر ایک مسجد تعمیر کی اور رسول اکرم ﷺ کو بتایا کہ بارش، سردی اور اس قسم کے دیگر موقعوں پر بیماروں اور کمزوروں کو زیادہ دور جانے میں دقت پیش آتی ہے اس لیے یہ مسجد ہم نے بنائی ہے۔ آپ ﷺ وہاں چل کر نماز پڑھیں تاکہ برکت ہو۔ اس وقت آپ ﷺ غزوہ تبوک کے لیے پابہ رکاب تھے اس لیے آپ ﷺ نے تبوک سے واپسی پر اس مسجد میں نماز پڑھنے کا وعدہ فرمایا لیکن تبوک سے واپسی پر وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اصل مقاصد آپ ﷺ پر بے نقاب کیے کہ یہ مسجد مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے بنائی گئی ہے۔ ان کا مقصد مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرنا اور اسلام دشمن قوتوں کے لیے ایک کمین گاہ مہیا کرنا ہے۔ ۳۸

ابن ہشام کے مطابق جب آپ ﷺ تبوک سے واپسی پر مقام ''زواوان'' میں اترے تو آپ ﷺ نے مالک بن دخشم اور معین بن عدی یا ان کے بھائی عاصم بن عدی اخو بنو العجلان کو یہ مسجد ڈھانے اور جلانے کے لیے بھیج دیا۔ جنہوں نے اس مسجد کو جلایا اور ڈھایا۔ جبکہ اصحاب مسجد ضرار مسجد چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ۳۹ اس واقعہ سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو مسجد اللہ کی عبادت کی بجائے مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کی غرض سے بنائی جائے وہ مسجد ضرار ہے اس کو ڈھا دیا جائے تاکہ مسلمانوں میں تفریق وانتشار پیدا نہ ہو۔ ۴۰

چونکہ رسول اکرم ﷺ اکثر سیرت نگاروں کے نزدیک رمضان المبارک میں مدینہ منورہ واپس لوٹے تھے۔ اس لیے یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ مسجد ضرار رمضان ہی میں ڈھا دی گئی ہو۔

Marfat.com

غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کا معاملہ:

غزوہ تبوک سے واپسی پر بہت اہم معاملہ جہاد سے پیچھے رہنے والوں کا تھا۔ کیونکہ اس غزوے میں شرکت کے لیے عام منادی کی گئی تھی۔ اس میں شرعی عذر رکھنے والوں کے علاوہ سب کی شرکت ضروری تھی۔ لیکن پھر بھی ان میں بہت سے حضرات باوجود کسی شرعی عذر کے پیچھے رہ گئے تھے۔ ان میں اکثریت منافقین کی تھی۔ جنہوں نے جھوٹے عذر تراشے اور رسول اکرم ﷺ نے ان کا کوئی مواخذہ نہیں کیا مگر ان میں تین صحابہ کرام حضرت کعب بن مالکؓ، مرارہ بن ربیعؓ اور ہلال بن امیہؓ صرف اپنی سستی کے باعث اس غزوے میں شریک نہ ہو سکے حالانکہ اس سے قبل ہر غزوے میں وہ شریک ہوئے تھے۔ چونکہ ان سے پیچھے رہنے کی خطا سرزد ہوئی تھی اور انہیں اپنی اس کاہلی کا شدید احساس تھا اس لیے انہوں نے منافقین کی طرح جھوٹے عذر پیش کرنے کی بجائے صاف لفظوں میں اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور سزا بھگتنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ان کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا کہ ان کے بارے میں کوئی حکم نازل فرمائے گا۔ تاہم اس دوران آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ان تینوں افراد سے تعلق قائم رکھنے حتیٰ کہ بات چیت تک سے منع کر دیا، جس کی وجہ سے لوگوں نے ان سے گریز کیا۔ یہاں تک کعب بن مالکؓ کے الفاظ ہیں "مدینہ کی سرزمین ہمارے لیے بالکل اجنبی اور میں خود اپنے لیے اجنبی ہو گیا۔ اب یہ وہ زمین ہی نہ تھی جسے میں جانتا پہچانتا تھا۔"[41]

9 ہجری کا پورا رمضان المبارک اس حال میں گزر گیا کہ کسی نے ان تینوں سے ایک بات تک نہ کی۔ عید الفطر میں بھی یہ حال رہا۔ حتیٰ کہ چالیس راتوں کے بعد انہیں اپنی ازواج سے بھی دور رہنے کا حکم ملا۔ جو انہوں نے قبول کیا۔ بیویوں سے جدائی عمل میں آنے کے بعد ان کی تنہائی مزید سخت ہوئی اور ان کو بری طرح کاٹنے لگی اور ان کا جینا دشوار سے دشوار تر ہوتا گیا۔ مزید دس دن گزرنے کے بعد پھر ان کی توبہ قبول ہوئی۔[42]

Marfat.com

''اور تین شخصوں کے حال پر بھی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہونے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اس کی طرف رجوع کیا جائے پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی تا کہ وہ آئندہ بھی توبہ کر سکیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا رحم والا ہے۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ (سورۃ توبہ، آیات 118-119)

سچائی ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان تینوں صحابہؓ کی غلطی نہ صرف معاف کر دی بلکہ ان کی توبہ کو قرآن بنا کر نازل فرما دیا۔ اس لیے مومنین کو حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ کیونکہ جس کے اندر تقوی یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا وہ سچا بھی ہوگا اور جو جھوٹا ہوگا تو اس کا دل بھی تقویٰ سے خالی ہوگا اس لیے حدیث میں آتا ہے کہ مومن سے کچھ اور کوتاہیوں کا صدور تو ہو سکتا ہے لیکن وہ جھوٹا نہیں ہوتا۔ ۴۳؎

10 ہجری

سریہ حضرت علیؓ:

اس سال رمضان المبارک میں آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کی سرکردگی میں 3 سو صحابہ کرامؓ کو یمن روانہ کیا۔ تا کہ لوگوں کو بت پرستی کی برائی اور توحید کے سبق پڑھائیں۔ حضرت علیؓ نے مقام قناۃ میں جا کر پڑاؤ ڈالا اور صحابہ کرامؓ کی ٹولیاں مختلف اطراف کو روانہ کیں۔ وہاں انہوں نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور آمادہ قتال ہوئے۔ جس میں بیس افراد مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور باقی شکست کھا کر منتشر ہو گئے اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ تاہم بعد میں ان لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ حضرت علیؓ وہاں رہ کر انہیں قرآن کریم پڑھاتے اور احکام اسلام

Marfat.com

سکھاتے رہے۔ یہاں تک کہ آپؓ کو خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے ہیں تو آپؓ نے ایک اور صحابی کو لشکر کا امیر مقرر کیا اور خود یمن سے سیدھے مکہ معظّمہ پہنچے اور رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔ ۱۰ھ

سیرۃ النبی ﷺ کے سرسری مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کے روزے 2 ہجری سے فرض ہوئے اور 2 ہجری سے لیکر 10 ہجری تک رمضان المبارک کے مہینوں میں آپ ﷺ انتہائی مصروف رہے۔ اس دوران آپ ﷺ نے تقریباً چار غزوات میں خود شرکت فرمائی اور گیارہ سرایا روانہ کیے اور اس میں مسلسل فتوحات حاصل کیں۔ مگر جب سے ہم نے اسلامی تعلیمات اور رسول اکرم ﷺ کی روشن سیرت سے روگردانی کی راہ اپنائی ہے اس وقت سے مصائب، مشکلات اور حادثات نے ہمیں گھیر کر اس قدر پراگندہ طبع کر دیا ہے کہ فتوحات تو دور کی بات ہے صرف رمضان المبارک کے روزے رکھنا ہمارے لیے ایک کٹھن کام ہے کیونکہ اب تو اس لیے اپنے نفس کو فتح کرنے میں ہمارے پسینے چھوٹتے ہیں اور بعض بدنصیب تو اس میں بھی ناکام ہو کر اپنی عاقبت گنوا بیٹھتے ہیں۔

Marfat.com

حوالہ جات

(1) سیرۃ النبی ﷺ، جلد اوّل، صفحہ 291

(2) سیرۃ النبی ﷺ جلد اوّل، صفحہ 94-293

(3) طبقات ابن سعد' حصہ اوّل، صفحہ 306

(4) غزوات رسول اللہ' جلد اوّل، صفحہ 67

(5) (ا) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 307 (ب) سیرۃ النبی ﷺ، جلد اوّل، صفحہ 295

(6) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 307

(7) پیغمبر اعظم و آخر ﷺ، صفحہ 455

(8) (ا) طبقات ابن سعد کے مطابق 12 رمضان' جلد اوّل، صفحہ 312 (ب) سیرۃ النبی ﷺ کامل' ابن ہشام کے مطابق 9 رمضان المبارک' جلد اوّل، صفحہ 706

(9) عہد نبوی ﷺ کے غزوات وسرایا، صفحہ 82

(10) عہد نبوت کے ماہ وسال، صفحہ 161

(11) رسول رحمت ﷺ تلواروں کے سائے میں، صفحہ 63

(12) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 328

(13) ماہنامہ ''دعوۃ'' اسلام آباد' شمارہ مارچ 2006ء' اداریہ، صفحہ 6

(14) (ا) سیرۃ النبی ﷺ کامل' ابن ہشام' جلد دوم، صفحہ 21 (ب) سیرۃ النبی ﷺ، ابن خلدون، صفحہ 116

(15) (ا) مغازی رسول اللہ، صفحہ 142 (ب) طبقات ابن سعد' جلد اوّل صفحہ 331

(16) سیرۃ النبی ﷺ، جلد اوّل، صفحہ 344

(17) (ا) سیرۃ النبی ﷺ ابن ہشام' جلد دوم، صفحہ 22 (ب) سیرۃ النبی ﷺ، ابن خلدون، صفحہ 127

Marfat.com

(18) (ا) سیرۃ النبی ﷺ، ابن ہشام' جلد دوم، صفحہ 40 (ب) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 336 (پ) عہد نبوی ﷺ کے غزوات وسرایا، صفحہ 132-115

(19) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 574

(20) (ا) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 390 (ب) عہد نبوت کے ماہ وسال، صفحہ 96 (پ) رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ، صفحہ 346

(21) (ا) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 414 (ب) عہد نبوت ﷺ کے ماہ وسال، صفحہ 101

(22) زادالمعاد' جلد دوم، صفحہ 255 بحوالہ رسول اکرم ﷺ کا نظام جاسوسی، صفحہ 168

(23) (ا) سیرۃ النبی ﷺ، جلد اوّل، صفحہ 472 (ب) پیغمبر اعظم وآخر ﷺ، صفحہ 608

(24) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 426

(25) (ا) سیرۃ النبی ﷺ، ابن ہشام' جلد دوم، صفحہ 473 (ب) جوامع السیرۃ، صفحہ 245

(26) مشکوۃ شریف' باب جہاد کا بیان' فصل اوّل 3612/2

(27) جوامع السیرۃ، صفحہ 245

(28) (ا) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 33-430 (ب) سیرۃ النبی ﷺ، جلد اوّل، صفحہ 80-467

(29) (ا) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 35-430 (ب) عہد نبوت ﷺ کے ماہ وسال، صفحہ 271

(30) (ا) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 437 (ب) سیرۃ النبی ﷺ، جلد اوّل، صفحہ 488

(31) (ا) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 437 (ب) حیات رسول امی ﷺ، صفحہ 70

(32) سیرۃ النبی ﷺ، جلد اوّل، صفحہ 487

(33) (ا) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 437 (ب) عہد نبوت ﷺ کے ماہ وسال، صفحہ 108

(34) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 440

(35) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 435

Marfat.com

(36) عہد نبوت ﷺ کے ماہ وسال، صفحہ 81

(37) (ا) پیغمبر اعظم و آخر ﷺ، صفحہ 623 (ب) سیرۃ النبی ﷺ، جلد اوّل، صفحہ 520
(پ) عہد نبوت ﷺ کے ماہ وسال، صفحہ 83 (ت) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 456

(38) سورہ التوبہ، آیات 108+107

(39) (ا) سیرۃ النبی ﷺ کامل' ابن ہشام' جلد دوم، صفحہ 635 (ب) سیرۃ النبی ﷺ، جلد اوّل، صفحہ 522

(40) قرآن پاک ترجمہ: مولانا محمد جونا گڑھی' تفسیر حواشی: مولانا صلاح الدین یوسف سورۃ توبہ کی تفسیر، صفحہ 549

(41) سیرۃ النبی ﷺ کامل' ابن ہشام' جلد دوم، صفحہ 641

(42) صحیح بخاری' کتاب المغازی' باب 798

(43) سورۃ توبہ آیت نمبر 118 اور 119 کی تفسیر و حواشی: مولانا صلاح الدین یوسف

(44) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 458 (ب) سیرۃ النبی ﷺ کامل' ابن ہشام' جلد دوم، صفحہ 741

Marfat.com

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ سے رمضان المبارک میں صادر ہونے والے معجزات

معجزہ ایسے عظیم الشان واقعہ یا خرق عادت کام کو کہتے ہیں جو عام حالات میں ممکن نہیں ہوتا۔انسانی قوت اس کے صدور میں عاجز و بے بس اور انسانی عقل اس کی توجیہ کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔معجزہ انسان کی محدود قوتوں سے ماورا ایک مافوق الفطرت وقوعہ ہوتا ہے جو انسان کو مکمل طور پر عاجز کر دیتا ہے۔ کیونکہ یہ خالصتہً اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہوتا ہے کسی نبی یا رسول نے کبھی کسی معجزہ کو اپنی قوت اور صلاحیت کا نتیجہ قرار نہیں دیا ہے۔اللہ تعالیٰ جہاں اپنے نبیوں کو وحی و عصمت سے نوازتا ہے وہاں انہیں معجزات بھی عطا کرتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ معجزات کا مطالبہ کرنے والے معجزات کو دیکھنے کے باوجود اکثر ایمان سے محروم اور گمراہی میں مبتلا رہے مگر جنہیں ایمان لانا تھا انہوں نے نہ آیات و معجزات کا مطالبہ کیا نہ معجزات دیکھ کر کسی شک و تذبذب میں پڑے بلکہ ان کے ایمان و یقین میں مزید اضافہ ہوا جبکہ منکرین اپنی ضد اور ہٹ دھرمی میں اور پختہ ہوتے چلے گئے اور ان کو سحر و جادو قرار دے کر اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی پوری کوشش کرتے رہے۔معجزہ شق القمر کے بارے میں ارشاد ہے:

”قیامت کی گھڑی قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا مگر ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں تو منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو چلتا جادو ہے۔(سورۃ القمر، آیات 1-2)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا ہے۔ ان معجزات کا صدور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا ہے۔ کیونکہ وہی منبع قوت اور قادر مطلق ہے۔ انبیاء اس وقت تک کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتے جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔ حضرت صالحؑ کی اونٹنی، حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی، حضرت عیسیٰؑ کا دست شفا اور حضرت ابراہیمؑ کا نمرود کی آگ سے زندہ نکل آنا، یہ سب اللہ کی نشانیاں تھیں۔

رسول اکرم ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اتنے معجزات عطا فرمائے تھے کہ ان کا احاطہ مشکل ہے۔ بلکہ رسول اکرم ﷺ کی پوری حیات طیبہ معجزات سے مالا مال ہے مگر ان بے شمار معجزات میں سے یہاں صرف ان معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے جو رسول اکرم ﷺ سے رمضان المبارک میں صادر ہوئے تھے۔ اور جن کا تذکرہ بیشتر محدثین اور سیرت نگاروں نے کیا ہے۔

ان معجزات کا مجموعی طور پر جائزہ لینے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے رمضان المبارک میں جتنے معجزات صادر ہوئے تھے ان میں زیادہ تر معجزات کا ظہور جنگ بدر کے موقع پر ہوا۔ جن کا مفصل احوال کتب احادیث اور جملہ سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے اور قرآن مجید میں بھی ان کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔

1- خواب میں شکست کی خبر:

کفار مکہ اس شان سے میدان بدر میں جنگ کے لیے آئے تھے کہ ان کے پاس 2 سو گھوڑے، بیشمار اونٹ اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس 9 سو جنگجو تھے۔ جبکہ دوسری طرف مسلمانوں کی حالت انتہائی خستہ تھی۔ قریش کے 2 سو گھوڑوں کے جواب میں ان کے پاس صرف دو گھوڑے تھے۔ جن میں ایک مقدر بن عمرو کا گھوڑا ''غرجہ'' اور دوسرا مرثد بن مرسہ کا گھوڑا ''سیل'' تھا۔ اونٹوں کی تعداد 70 بیان کی جاتی ہے۔ جنگ سے قبل رات کو خواب میں آپ ﷺ کو میدان جنگ کا نقشہ دکھایا گیا اور کفار مکہ کی تعداد بہت کم دکھائی گئی جوان

Marfat.com

کی ذلت آمیز شکست کی علامت تھی۔ مسلمانوں نے جب یہ خواب سنا تو ان کے حوصلے بلند ہوئے۔ کیونکہ اگر عالم خواب میں کفار کی کثرت دکھائی جاتی تو مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جاتے۔ اس لیے وہ دوسرے دن اعتماد اور فتح کامل کے یقین کے ساتھ لڑے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح نصیب فرمائی۔ سورۃ انفال میں اس طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے:

''اللہ کے احسان کو یاد کرو جب وہ تجھ کو تیرے خواب میں ان کافروں کو تھوڑا دکھا رہا تھا۔ اگر تم کو زیادہ کر کے دکھاتا تو تم ہمت ہار دیتے اور لڑائی کے بارے میں آپس میں اختلاف کرتے لیکن اللہ نے بچا لیا۔ بیشک اللہ سینوں کے راز جانتا ہے۔ (آیت-43)

2- مسلمانوں کا کافروں کی نظر اور کافروں کا مسلمانوں کی نظر میں کم کر کے دکھانا:

جنگ سے قبل اگرچہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور مشرکین مکہ ان سے تعداد میں کافی زیادہ تھے۔ ان حالات میں مسلمانوں کا بدل ہونا لازمی تھا مگر اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ کرشمہ دکھایا کہ مسلمانوں کی نظروں میں مشرکین کی تعداد بہت کم نظر آتی تھی جبکہ دوسری طرف کفار مکہ کو بھی مسلمان تھوڑے نظر آتے تھے۔ مقصود یہ تھا کہ روسائے کفار میدان جنگ سے جانیں بچا کر بھاگ نہ جائیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ مٹھی بھر مسلمانوں پر اپنی فتح یقینی سمجھ کر نہ تو سرفروشانہ انداز میں لڑے اور نہ بھاگنے کی کوئی ضرورت سمجھی اور یہی بات مسلمانوں کے حق میں مفید ثابت ہوئی اور میدان جنگ میں ان کے بڑے بڑے زعماء اور سردار بے موت مارے گئے۔ سورۃ انفال میں اس بارے میں ارشاد ہے:

''خدا کے اس احسان کو یاد کرو کہ جب تم دشمنوں سے صف آراء ہوئے تو وہ تمہاری نگاہوں میں ان کو تھوڑے کر کے دکھاتا اور تم کو ان کی آنکھوں میں کم کر کے دکھا رہا تھا تاکہ اس کام کو جس کا ہونا مقرر ہے طے کر دے۔ (آیت-44)

Marfat.com

3- میدان بدر، مشرکین کا مقتل:

جنگ بدر کے شروع ہونے سے قبل رسول اکرم ﷺ نے ان جگہوں کی نشاندہی فرمادی تھی جہاں زیادہ تر کفار کا قتل مقدر ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا: یہاں فلاں ہلاک ہوگا، یہاں فلاں قتل ہوگا۔ آپ ﷺ نے جن مقامات کی نشاندہی کی تھی جنگ کے بعد ٹھیک ان جگہوں پر ان کی لاشیں پڑی تھیں۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا ہے ''اللہ کی قسم! اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو حق پر بھیجا ہے۔ جو خط اور لکیر کھینچی گئی تھی اس سے سر مو تجاوز نہ تھا۔[۳۲]

4- پرسکون نیند:

آغاز جنگ سے قبل کافی تناؤ کی کیفیت ہوتی ہے۔ سپاہیوں کی نیند اڑ جاتی ہے۔ مزاج میں برہمی اور چڑاچڑا پن عود کر آتا ہے اور پوری فضا پر ایک خوف طاری ہوتا ہے جو لڑائی چھڑتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ جنگ بدر سے قبل بھی یہی کیفیت تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر خاص کرم فرمایا اور ان پر پرسکون نیند طاری فرمائی۔ مسلمانوں پر اس پرسکون نیند کا اس قدر غلبہ طاری تھا کہ کوئی مجاہد بھی نیند سے بیدار نہ ہو سکا۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میری نیند کا یہ عالم تھا کہ میں نے بار بار کوشش کی کہ اٹھ بیٹھوں مگر نیند مجھے پھر سلا دیتی تھی۔ یہی حال دوسرے صحابہ کرامؓ کا بھی تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں مدہوشی کے عالم میں اپنی ٹھوڑی چھاتی پر رکھے بیہوش پڑا تھا جب ذرا ہوش آیا تو دوسری طرف جا پڑا۔ ورافہ بن رافعؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس قدر گہری نیند آئی کہ احتلام ہو گیا اور میں نے علی الصبح غسل کیا مگر دوسری طرف مشرکین مکہ پر خوف اور تناؤ کا یہ عالم تھا کہ اگر ان کا گھوڑا بھی ہنہناتا، تو وہ اسے منہ پر مارتے اور خاموش کراتے تھے۔ یہ رسول اکرم ﷺ کے اس معجزے کا اعجاز تھا کہ دوسرے دن مسلمان مشرکین مکہ کی نسبت بہت تازہ دم اور بے خوف تھے۔ سورۃ انفال میں اس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

Marfat.com

''اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لیے۔(آیت-11)۔۴

5- میدان جنگ میں پانی برسانا:

بدر کے میدان میں جہاں مسلمانوں نے اپنی صفیں قائم کی تھیں وہ جگہ بلند تھی اور جہاں قریش کی فوج لڑ رہی تھی وہ جگہ نشیب میں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی شکست کا ایک ظاہری سامان یہ پیدا کر دیا کہ عین اس وقت میدان جنگ میں موسلا دھار پانی برسایا جس نے مسلمانوں کی طرف گرد و غبار بٹھا کر ان کے پاؤں جما دیئے اور دوسری طرف پانی کا یہ ریلا کفار کے لیے مصیبت بن گیا۔ ان کا پڑاؤ پانی سے بھر گیا اور ان کے لیے زمین پر قدم رکھنا مشکل ہو گیا۔ مسلمان بارش کے اس پانی سے خوب سیراب ہوئے اور جس قدر چاہا اس سے مستفید ہو گئے لیکن مشرکین مکہ کی قیام گاہ دلدل سی بن گئی اور تمام رات انہوں نے آنکھوں میں کاٹ کر گزاری۔ اللہ تعالیٰ اس باران رحمت کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

''اور اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ جب وہ آسمان سے پانی برسا رہا تھا تا کہ تم کو اس پانی سے پاک کرے اور ناپاکی تم سے دور کرے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کرے اور اس سے قدموں کو جما دے۔(الانفال آیت-11)۵

6- کافروں کو مسلمانوں کا دوگنا نظر آنا:

جنگ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار کی نظروں میں مسلمانوں کو کم کر کے دکھایا تا کہ کفار بے پرواہ ہو کر لڑ پڑیں۔ مگر جب دونوں لشکر آپس میں گتھم گتھا ہو گئے تو اللہ کے فضل سے مسلمانوں کی تعداد کفار مکہ کو اپنی تعداد سے بھی دگنا نظر آنے لگی جس کی وجہ سے ان کے حوصلے پست ہوئے اور وہ ہمت ہار بیٹھے۔ سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے:

''یقیناً تمہارے لیے عبرت کی نشانی تھی ان دو جماعتوں میں جو گتھ گئی تھیں' ایک جماعت تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہی تھی اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا، وہ انہیں اپنی آنکھوں

Marfat.com

سے دگنا دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی مدد سے قوی کرتا ہے۔ یقیناً اس میں آنکھوں والوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔ (آیت-13)۶

6- آپ ﷺ کا کنکریاں پھینکنا:

بدر کا میدان جنگ جب خوب گرم ہوا اور گھمسان کا رن پڑا تو آپ ﷺ نے زمین سے ایک مٹھی کنکریوں کی اٹھائی اور اس پر تین بار شاہت الوجوہ (کفار کے چہرے بگڑ جائیں) پڑھا اور پھر اس کو لشکر کفار کی طرف پھینک دیا۔ جس سے لشکر کفار میں بھگدڑ مچ گئی اور حق تعالیٰ کی جانب سے مسلمانوں کو نصرت و فتح ملی۔ قرآن گواہی دیتا ہے۔

''پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا اور آپ ﷺ نے وہ (مٹھی بھر کنکر) نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکا تا کہ مسلمانوں کو اس سے (فتح کی) اچھی نعمت عطا کرے۔ اللہ دعاؤں کو سننے والا اور بھیدوں کو جاننے والا ہے''۔ (سورۃ الانفال آیت-17)۷

8- عکاشہؓ کی تلوار:

حضرت عکاشہؓ بن محصن بن حرقان معرکہ بدر میں بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ لڑتے لڑتے ان کی تلوار ٹوٹ گئی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آنحضور ﷺ کے پاس لکڑی کی ایک چھڑی تھی آپ ﷺ نے وہ انہیں دی اور فرمایا: عکاشہؓ جا' اس سے دشمنوں سے لڑو۔ عکاشہؓ نے جب کھجور کی یہ چھڑی آنحضور ﷺ کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ میں لی اور اسے جھٹکا تو وہ ایک لمبی چمکدار تلوار بن گئی جس کی دھار کافی تیز تھی۔ عکاشہؓ اس تلوار سے یوم بدر کی لڑائی میں خوب لڑے یہاں تک کہ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ عکاشہؓ کی اس معجزاتی تلوار کا نام ''العون'' یعنی مدد و نصرت تھا۔ عکاشہؓ عمر بھر اس تلوار سے لڑے اور ہر میدان کارزار میں خوب جوہر دکھائے۔ رحلت رسول ﷺ کے بعد مرتدین کے خلاف بھی آپؓ اسی تلوار سے مصروف جہاد رہے اور اسی تلوار سے جنگ ردّہ میں طلیحہ بن خویلد کے مقابلے

Marfat.com

میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔[8]

9- کھجور کی شاخ تلوار بن گئی:

حضرت سلمہ بن حریشؓ معرکہ بدر کے روز مسلمان ہوئے اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے جہاد میں شرکت کی تمنا کی مگر غیر مسلح تھے۔ کوئی ہتھیار ان کے پاس نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس بھی کوئی اضافی ہتھیار نہ تھے۔ بالآخر آنحضرت ﷺ نے ان کو ''ابن طاب'' نامی کھجور کی ایک شاخ دے کر فرمایا ''اس کے ساتھ لڑو'' یہ شاخ ان کے ہاتھ میں آتے ہی ایک بہترین اور کاٹ دار تلوار بن گئی۔ یہ تلوار ان کے شہید ہونے تک ان کے پاس رہی۔ وہ 14 ہجری کو ''جسر ابی عبید'' کے معرکہ میں خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے تھے۔[9]

10- حضرت قتادہؓ کی زخمی آنکھ:

جنگ بدر میں حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی آنکھ اس طرح زخمی ہوئی کہ آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا اور ان کے رخسار پر لٹکنے لگا۔ لوگوں نے چاہا کہ اسے کاٹ دیں مگر معاً خیال آیا کہ پہلے آنحضور ﷺ سے پوچھا جائے۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے آنکھ کے ڈھیلے کو آنکھ مین واپس رکھ دیا تو وہ اسی وقت ٹھیک ہوگئی اور لوگوں کے لیے یہ امتیاز کرنا مشکل ہوگیا کہ کون سی آنکھ واپس زخمی ہوچکی تھی۔[10]

11- حضرت معاذؓ کا ہاتھ:

حضرت معاذ بن عفرا یا معوذ بن عفرا کا ہاتھ میدان بدر میں کٹ گیا۔ وہ اپنا کٹا ہوا ہاتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگا کر ہاتھ کو اپنی جگہ پر چپکا دیا تو وہ پہلے کی طرح تندرست و توانا ہوا۔[11]

Marfat.com

12- حضرت خبیب بن عدیؓ کی آنکھ:

اس روز حضرت خبیب بن عدیؓ کی آنکھ میں تیر لگا اور وہ ضائع ہوگئی اور رخسار پر ڈھلک آئی۔ آپ ﷺ نے لعاب دہن اس پر لگایا تو وہ پہلے کی طرح ٹھیک ہوگئی۔ حضرت رفاعہ بن مالکؓ کی آنکھ میں بھی دوران جنگ تیر لگا اور آنکھ پھوٹ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر بھی لعاب لگایا اور دعا فرمائی تو وہ بھی مکمل طور پر بحال ہوئی اور تکلیف کا نام ونشان نہ رہا۔[۱۲]

13- شیاطن پیٹھ پھیر کر بھاگے:

کفار مکہ کی مدد کے لیے شیطان سراقہ بن مالک کی صورت شیاطین کا لشکر انسانی شکل میں لے کر آیا اور کفار مکہ سے کہا کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ میں تمہارا حمایتی اور مددگار ہوں۔ مگر جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور لڑائی زور پکڑ گئی تو رسول اللہ کی مدد اور نصرت کے لیے فرشتوں کو اترتے دیکھ کر شیطان اپنے لشکر سمیت الٹے پاؤں بھاگا۔ ایک مشرک نے آواز دی۔ سراقہ! تُو تو کہتا تھا کہ میں تمہارا حمایتی ہوں۔ اب ہمیں چھوڑ کر بھاگ رہے ہو۔ تو ابلیس نے کہا:

''میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے''

یعنی فرشتوں کو متواتر آسمان سے اترتے دیکھ رہا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ واقعی اللہ تعالیٰ سزا دینے والا ہے۔ سورۃ الانفال میں فرشتوں کے نزول کا ذکر ان الفاظ میں ہوا ہے:

''میں تمہاری مدد کروں گا ایک ہزار فرشتوں سے جو پرا باندھ کر آئیں گے۔ (آیت-9)

اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتے ایک دوسرے کے پیچھے مسلسل لگاتار مسلمانوں کی مدد کے لیے نازل فرمائے جن کو دیکھ کر شیاطین میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کر گئے۔ علاوہ ازیں مشرکین مکہ کو مسلمانوں کی تعداد ان کی اپنی تعداد سے دگنا اس لیے

Marfat.com

نظر آ رہی تھی کہ فرشتوں کی آمد سے مسلمانوں کی تعداد اپنی اصل تعداد سے کئی گنا بڑھ چکی تھی۔[13]

14- بیمار اونٹ شفایاب ہو گیا:

رفاعہ بن رافع کا بیان ہے کہ میں اپنے بھائی خلاد بن رافع کے ساتھ جنگ بدر کے سفر میں اونٹ پر سوار تھا کہ راستہ میں اچانک ہمارا اونٹ بیمار پڑ گیا۔ میرے بھائی نے منت مانی کہ اگر اللہ نے ہم کو اس جنگ میں فتح سے ہمکنار کر دیا تو مدینہ واپس پہنچ کر میں اس اونٹ کو ذبح کر کے صدقہ میں دوں گا۔ اس وقت رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس سے گزر رہے تھے، ہمارے بیمار اونٹ کو دیکھ کر رک گئے۔ آپ ﷺ نے پانی منگوا کر وضو فرمایا۔ پھر کلی کی اور ہم سے فرمایا کہ اونٹ کا منہ کھول دو، ہم نے اونٹ کا منہ کھولا تو آپ ﷺ نے اونٹ کے منہ میں وضو کا مستعمل پانی انڈیل دیا۔ اس کے بعد اونٹ کے سر' گردن' کوہان اور دم پر چھینٹے مارے اور ہم کو سوار ہونے کا فرمایا۔ جب ہم اس پر سوار ہوئے تو وہ ہمیں اٹھا کر خوب دوڑنے لگا۔ جنگ بدر میں فتح کے بعد جونہی ہم مدینہ لوٹے تو میرے بھائی نے اس اونٹ کو ذبح کر کے غرباء میں تقسیم کیا۔[14]

15- خبیب ابن اساف خزرجیؓ تندرست ہوئے:

جنگ بدر میں حضرت خبیب ابن اساف بن عتبہ انصاری کو تلوار کی ایک کاری ضرب لگی جس کی وجہ سے ان کا ایک پہلو نیچے ڈھلک گیا۔ آپ ﷺ نے لعاب مبارک زخم پر لگایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی وقت شفا کاملہ دی اور وہ پھر میدان کارزار میں گھس گئے۔ بعض روایات کے مطابق اس کے بعد انہوں نے اُمیہ بن حلف کو مار کر ہلاک کر دیا۔[15]

16- حضرت عباسؓ اور فدیہ:

اسیران جنگ بدر میں رسول اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ بھی شامل تھے۔ یہ اس

Marfat.com

وقت کفار مکہ کی جانب سے لڑتے ہوئے گرفتار کر لیے گئے تھے۔ جب قیدیوں سے فدیہ لینے کا فیصلہ ہوا تو حضرت عباسؓ سے کہا گیا کہ وہ اپنا' اپنے دونوں بھتیجوں نوفل بن حارث بن عبدالمطلب' عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ ادا کریں۔ حضرت عباسؓ نے عذر کیا کہ ان کے پاس فدیہ ادا کرنے کے لیے مال نہیں۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم اس مال سے فدیہ ادا کرو جو تم نے جنگ میں آنے سے قبل اپنی بیوی کے روبرو اپنے گھر میں دفن کیا تھا اور اسے وصیت کی تھی کہ اگر مجھے اس سفر میں کچھ ہو جائے تو یہ مال میرے تین بیٹوں فضل' عبداللہ اور قثم کا ہے۔ یہ سن کر حضرت عباسؓ نے کہا: آپ ﷺ نے صحیح فرمایا: مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں کیونکہ میرے اور میری بیوی اُم فضل کے سوا کسی اور کو اس کا علم نہیں تھا۔ چنانچہ یہی واقعہ ان کے اسلام لانے کا سبب بنا۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ نے اپنا' اپنے بھتیجوں اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کر کے رہائی پائی۔ (16)

17- نوفل کے نیزے:

نوفل بن حارث بن عبدالمطلب حضور ﷺ کے چچا تھے۔ بدر کی جنگ میں حضرت عباسؓ کی طرح مجبوراً قبائلی عصبیت کی بنا پر مشرکین مکہ کے ساتھ آئے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ آنحضور ﷺ نے ان سے کہا۔ اپنا فدیہ ادا کرو اور چھوٹ جاؤ۔ نوفل نے جواب دیا۔ میرے پاس کچھ ہے نہیں جو فدیہ میں دے سکوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا ''تیرے پاس جدہ میں جو نیزے ہیں ان کو فدیہ میں دے دو'' اس پر نوفل بول اٹھا: خدا کی قسم میرے ان نیزوں کے بارے میں میرے اور میرے اللہ کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ﷺ ہیں۔

نوفل صادق الایمان اور مخلص مومن تھے۔ حنین کی جنگ میں جب ہر طرف بھگدڑ مچ گئی تو آپؓ ان چند افراد میں سے تھے جو ثابت قدم رہے۔ اس سے قبل آپؓ ہی نے رسول

Marfat.com

اکرم ﷺ کو جنگ حنین کے لیے تین ہزار نیزے فوجی امداد میں دیئے تھے۔جس پر آپ ﷺ نے مسرور ہو کر فرمایا''میں دیکھ ہوں کہ تیرے یہ نیزے مشرکین کی کمر توڑ دیں گے اور ان کی پیٹھ میں پیوست ہو جائیں گے۔17؎

18-غلبہ روم کی پیش گوئی:

یہ رسول اکرم ﷺ کی مشہور پیشگوئی اور معجزہ ہے جس نے بہت سے لوگوں کو رسول اکرم ﷺ کی نبوت کا قائل کر دیا اور وہ رسول اکرم ﷺ پر ایمان لائے۔

عہد نبوی میں روم اور فارس دنیا کی بڑی طاقتیں تھیں جن کی سرحدیں سرزمین عرب سے ملی ہوئی تھیں۔بعثت نبوی ﷺ کے پانچویں سال یعنی 613ء میں ان دونوں سلطنتوں کے مابین ایک خونریز جنگ چھڑ گئی۔چونکہ رومی اہل کتاب تھے اس لیے مسلمانوں کی دلی ہمدردی ان کے ساتھ تھی۔جبکہ ایران کے پارسیوں کے عقائد مشرکین مکہ سے مطابقت رکھتے تھے اس سبب ان کی دلی ہمدردیاں ایرانیوں کے ساتھ تھیں۔جب جنگ شروع ہوئی تو ایرانی افواج نے رومی افواج کو شکستوں پر شکستیں دے کر ان کا بڑا علاقہ چھین لیا۔614ء میں عیسائیوں کا مقدس شہر فلسطین بھی فتح ہوا۔یہاں 26 ہزار یہودیوں نے فارس کی فوج میں شامل ہو کر 60 ہزار بے گناہ عیسائیوں کا قتل عام کیا اور تمام مقدس مذہبی مقامات کی بے حرمتی کی گئی اور ان کا تقدس پامال کیا گیا۔619ء میں صلیبی لشکر مکمل طور پر مغلوب ہوا اور ایرانی فوجوں نے عین قسطنطنیہ کے سامنے ڈھیرے ڈال دیئے۔قیصر روم نے خسرو ایران کے پاس ایلچی بھیج کر نہایت عاجزی کے ساتھ درخواست کی کہ میں ہر قیمت پر صلح کرنے کے لیے تیار ہوں۔مگر خسرو ایران نے فتح کے نشہ میں سرشار ہو کر کہا:''اب میں قیصر کو اس وقت تک امان نہیں دوں گا جب تک وہ پابہ زنجیر میرے سامنے حاضر نہ ہو اور اپنے خدائے مصلوب کو چھوڑ کر خداوند آتش کی بندگی بجا نہ لائے۔ان حالات میں قرآن مجید کی سورۃ الروم نازل ہوئی۔

Marfat.com

''قریب کی سرزمین میں رومی مغلوب ہو گئے ہیں مگر اس مغلوبیت کے چند سال کے اندر ہی وہ غالب آ جائیں گے اور وہ دن ہو گا جبکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فتح سے اہل ایمان خوش ہو رہے ہوں گے۔ (آیات:4-1)''

ان آیات میں ایک کی بجائے دو پیشگوئیاں تھیں۔ ایک یہ کہ رومیوں کو غلبہ نصیب ہو گا اور دوسری یہ کہ مسلمانوں کو بھی اس زمانے میں فتح حاصل ہو گی۔

قرآن کی یہ آیات جب نازل ہوئیں تو کفار مکہ نے ان کا خوب مذاق اڑایا اور اُبی بن خَلف نے حضرت ابوبکرؓ سے شرط لگائی کہ اگر تین سال کے اندر رومی غالب آ گئے تو دس اونٹ میں دوں گا ورنہ دوسری صورت میں دس اونٹ تمہیں دینے ہوں گے۔ نبی اکرم ﷺ کو جب اس شرط کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے ابوبکرؓ سے فرمایا کہ شرط کا دورانیہ بڑھا کر دس سال تک کر لو اور اونٹوں کی تعداد بھی دس کی بجائے سو کر لو۔ چنانچہ ابوبکر صدیقؓ نے اُبی بن خَلف سے پھر بات کی اور شرط نئے سرے سے طے ہوئی۔

622ء میں ہجرت مدینہ وقوع پذیر ہوا۔ ان ہی ایام میں قیصر نے ایران پر پشت سے حملہ کی تیاری کی اور پھر رومی فوجوں کو ایک نیا جذبہ ملا اور ایرانیوں کو مسلسل شکست پر شکست ہونے لگی۔

مارچ 624ء میں غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تو ان ہی ایام میں خبر آئی کہ قیصر روم نے آذربائیجان میں گھس کر زرتشت کی مقام پیدائش ارمیاہ کو تباہ کر دیا اور ایران کے سب سے بڑے آتش کدے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اس طرح یہ دونوں پیشگوئیاں جو سورۂ روم میں کی گئی تھیں دس سال کی مدت ختم ہونے سے پہلے بیک وقت 2 ہجری کے ماہ رمضان المبارک میں پوری ہوئیں۔ اس کے بعد خسرو پرویز اور قیصر روم کے مابین آخری فیصلہ کن معرکہ 627ء میں ہوا جس نے ایران کی کمر توڑ دی۔ اسی سال صلح حدیبیہ ہوا۔ 628ء میں خسرو پرویز کے خلاف بغاوت ہوئی اور وہ قتل ہوا۔ 629ء میں خسرو کے بیٹے قباد ثانی نے قیصر سے صلح کی اور ٹھیک اسی سال رسول اکرم ﷺ عمرة القضاء

Marfat.com

ادا کرنے کے لیے ہجرت مدینہ کے بعد پہلی مرتبہ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔

رسول اکرم ﷺ کی یہ پیش گوئی لفظ بہ لفظ سچی ثابت ہوئی۔ جس کی وجہ سے مشرکین عرب بہ کثرت مسلمان ہوئے۔ اُبی بن خلف کے وارثوں کو ہار مان کر مجبوراً شرط کے سو اونٹ ابوبکر صدیقؓ کے حوالے کرنے پڑے کیونکہ شرط کے پورا ہونے سے قبل ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ شرط کے اونٹ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ انہیں صدقہ کر دیا جائے کیونکہ شرط اس وقت باندھی گئی تھی جب شریعت میں جوئے کی حرمت کا حکم نہیں آیا تھا مگر اب حرمت کا حکم آ چکا تھا اس لیے حربی کافروں سے شرط کا مال لینے کی اجازت دی گئی مگر ہدایت کی گئی کہ اسے خود استعمال کرنے کی بجائے صدقہ کر دیا جائے۔ ۱۸

19- عبداللہ بن عتیک کی ٹانگ ٹھیک ہوگئی:

6 ہجری کے ماہ رمضان میں آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عتیک انصاریؓ کو ابو رافع سلام بن ابی الحقیق یہودی کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ مہم کو سرانجام دینے کے بعد جب یہ لوگ واپس لوٹ رہے تھے تو رات کے وقت بالا خانہ سے اترتے وقت عبداللہ بن عتیک سیڑھیوں سے لڑھک گئے اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی اور پاؤں اتر گیا۔ انہوں نے اپنے پاؤں کو مضبوطی سے باندھا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ جملہ احوال سے مطلع ہونے کے بعد آپ ﷺ نے عبداللہ بن عتیک انصاریؓ سے فرمایا: پاؤں پھیلاؤ۔ انہوں نے پاؤں بچھا دیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر اپنا دست شفا پھیر دیا تو فی الفور ٹھیک ہوگئی گویا کبھی تکلیف تھی ہی نہیں۔ ۱۹

20- جاء الحق وزھق الباطل:

فتح مکہ سے قبل خانہ کعبہ اور اس کے اطراف میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے جو زمین میں مضبوطی سے جما دیئے گئے تھے۔ جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ خانہ کعبہ میں تشریف لے

Marfat.com

گئے۔آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اور زبان مبارک پر یہ آیت کریمہ جاری تھی ''جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (بنی اسرائیل-81) حق آیا اور باطل مٹ گیا باطل مٹنے ہی کے لیے آیا تھا'' آپ ﷺ چھڑی سے بت کی طرف اشارہ کرتے وہ بت بغیر چھوئے دھم سے منہ کے بل گر پڑتا۔۲۰

21- عزیٰ کا قتل:

فتح مکہ کے پانچویں دن آپ ﷺ نے خالد بن ولیدؓ کو تیس سواروں کے ہمراہ عزیٰ کے بت کے انہدام کے لیے روانہ کیا جو کہ طائف سے مکہ آتے ہوئے راستہ میں پڑتا تھا۔ خالد بن ولیدؓ نے جا کر بت توڑا اور رسول اکرم ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم نے کوئی چیز دیکھی'' انہوں نے کہا نہیں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تو تم نے اسے منہدم نہیں کیا۔واپس جاؤ اور اسے منہدم کرو''۔

حضرت خالد بن ولیدؓ شمشیر بکف واپس لوٹے اور عزیٰ بت خانے کی حدود میں واپس پہنچے تو ایک عورت نکل آئی جو برہنہ تھی اس کی شکل سیاہ، ڈراونی اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کو دیکھ کر مجاور چلانے لگا تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا اور واپس آ کر آپ ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں یہی عزیٰ تھی جو ہمیشہ کے لیے اس امر سے مایوس ہوئی کہ تمہارے بلاد میں اس کی پرستش کی جائے گی۔۲۱

22- شیطان چور کی شکل میں:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رمضان المبارک میں رسول اکرم ﷺ نے مجھے زکوٰۃ کے مال کی نگہداشت پر مقرر فرمایا۔رات کو میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا اور وہ مال زکوٰۃ سے چیزیں اٹھانے لگا۔میں نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑ کر بٹھا لیا اور کہا کہ صبح تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاؤں گا۔وہ شخص منت سماجت کرنے لگا کہ مجھے چھوڑ دو۔میں پھر نہیں آؤں گا۔میں عیال دار اور محتاج ہوں۔اس لیے یہ حرکت کی مجھ پر رحم

Marfat.com

فرمایئے۔ان کی عذر سن کر میں نے اسے چھوڑ دیا۔صبح کو حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہؓ! رات والے قیدی کا کیا بنا؟ یہ سن کر میں نے گزارش کی کہ حضور ﷺ! اس نے کہا تھا کہ وہ عیالدار اور مجبور ہے۔اس لیے اس پر رحم کھا کر چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جھوٹا تھا۔وہ پھر آئے گا۔دوسری رات میں چھپ کر بیٹھ گیا اور عین چوری کرتے وقت اس کو پکڑ لیا اور ڈانٹ کر کہا کہ تم نے کہا تھا کہ میں پھر نہیں آؤں گا پھر کیوں آئے ہو۔اب میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔انہوں نے پھر منت سماجت وزاری کی اور اتنے دردناک طریقے سے اپنا حال بیان کیا کہ مجھے پھر اس پر رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔صبح حضور ﷺ نے پھر رات والے قیدی کا ماجرا پوچھا تو میں نے سارا واقعہ بیان کیا۔واقعہ سن کر آپ ﷺ نے پھر فرمایا: وہ جھوٹا ہے وہ پھر آئے گا۔تیسری رات میں چھپ کر بیٹھ گیا اور وہ جیسے ہی آیا میں نے اسے دبوچ لیا۔اس نے کہا اس بار مجھے چھوڑ دو۔ میں پھر نہیں آؤں گا۔اس کے بدلے میں تمہیں چند ایسے کلمات بتاتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ تجھے نفع دے گا۔میں نے پوچھا وہ کون سے کلمات ہیں تو وہ کہنے لگا۔رات کو سوتے وقت آیت الکرسی پڑھ لیا کرو۔یہ تمہاری حافظ و ناصر ہوگی اور صبح تک شیطان تمہارے پاس نہیں آئے گا۔چنانچہ ان کلمات کے عوض میں نے اسے چھوڑ دیا۔جب صبح ہوئی تو رسول اکرم ﷺ نے پھر پوچھا: رات والے چور کا کیا بنا؟ تو میں نے پورا قصہ گوش گزار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایک جھوٹے نے تمہیں بڑی سچی بات بتائی ہے۔آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ چور شیطان تھا۔[۲۲]

23-رمضان میں غیبت:

غیبت ایک بہت بڑی معاشرتی برائی ہے۔آپ ﷺ نے سختی کے ساتھ اس سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ مسند احمد میں روایت ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا۔دن کے آخر میں

Marfat.com

بھوک اور پیاس نے دونوں کو اس قدر رنڈھال کر دیا کہ ان کا دم نکلنے لگا۔ دونوں خواتین نے رسول اکرم ﷺ سے روزہ کھولنے کی اجازت طلب کرنے کے لیے پیغام بھیجا تو آپ ﷺ نے دونوں خواتین کے پاس ایک پیالہ بھیجا اور فرمایا کہ تم دونوں نے جو کچھ کھایا ہے وہ اس میں قے کر کے نکال دو۔ ایک خاتون نے گاڑھے خون اور گوشت کی بوٹیوں سے بھری قے کر دی۔ دوسری نے بھی اسی طرح قے کی اور پیالہ بھر دیا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ان دونوں عورتوں نے روزہ تو پاک اور حلال رزق سے رکھا تھا مگر کھولا ایسے کھانے سے جو ان کے لیے حرام تھا۔ ان دونوں عورتوں نے ایک ساتھ بیٹھ کر لوگوں کی غیبت کی۔ اس طرح ان دونوں نے لوگوں کے گوشت کھانے کا ارتکاب کیا (یعنی یہ خون اور گوشت ان لوگوں کا ہے جن کی انہوں نے غیبت کی ہے) ۲۳
اس لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہے "روزہ کھانے اور پینے کے چھوڑنے سے نہیں ہوتا۔ روزہ تو لغو اور بے حیائی کی باتوں سے بچنے اور چھوڑنے سے ہوتا ہے۔ ۲۴

24- سب سے عظیم معجزہ:

قرآن پاک رسول اکرم ﷺ کا سب سے عظیم معجزہ ہے۔ جس کا نزول ماہ رمضان المبارک میں ہوا۔ اس جیسا معجزہ اور کسی پیغمبر کو میسر نہیں ہوا ہے۔ دوسرے پیغمبروں کو جتنے معجزے عطا کیے گئے وہ وقتی تھے۔ جب وقت ختم ہوا تو وہ معجزہ بھی ختم ہوا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا معجزہ تھا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوڑھی کو تندرست کرنے اور اندھے کو بصارت دینے کا معجزہ تھا۔ یہ تمام معجزے ان کی حیات تک رہے۔ لیکن قرآن مجید ایک ایسا زندہ معجزہ ہے جو قیامت تک محفوظ اور باقی رہے گا۔ آپ ﷺ نے بھی دیگر انبیاء کے معجزات کے مقابلے میں اپنی اس وحی آسمانی کو سب سے بڑا معجزہ قرار دیا ہے۔ اور قرآن پاک نے تمام جن وانس کو چیلنج دیا کہ اگر تم میں ہمت ہے تو اس جیسی کتاب لاؤ۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت-88) پھر سورۃ ھود میں تمام عالم سے پورے قرآن کے بجائے

Marfat.com

صرف دس سورتوں کا جواب مانگا گیا (آیت-12) بعد میں سورۃ بقرہ آیت نمبر 23 میں دس سورتوں سے یہ تعداد گھٹا کر ایک ہی سورۃ کا جواب لانے کا چیلنج دیا گیا مگر آج تک قرآن پاک کی مختصر ترین سورۃ کوثر کی مانند کوئی سورۃ پیش نہ کی گئی۔ قرآن پاک اپنے مضامین زبان و بیان' فصاحت و بلاغت' تاثیر تعلیم بلکہ ہر لحاظ سے ایک معجزہ ہے اور تمام دنیا کے ادباء شعراء اس کے مقابلے میں گنگ ہیں۔ اس لیے سورۃ بنی اسرائیل آیت 88 میں فرمایا کہ تمام جن و انس مل کر بھی اس کا جواب نہیں لا سکتے۔

اس معجزہ کا ایک اور اعجاز اس کی حفظ و بقاء کا ہے۔ سورۃ الحجر آیت نمبر 9 میں ارشاد ہے ''اور یقیناً ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ دوسری جگہ سورۃ حٰم السجدۃ آیت 42 میں ارشاد ہے ''اس قرآن کے پاس آگے اور نہ پیچھے سے باطل آ سکتا ہے۔ ۲۵

سورۃ الحجر کی اس آیت کو جھٹلانے اور قرآن میں تحریف ثابت کرنے کے لیے گزشتہ صدی عیسوی میں میونخ یونیورسٹی (جرمنی) میں ایک شعبہ ''ادارہ قرآن'' قائم کیا گیا تھا۔ انہوں نے ساری دنیا سے قرآنی مخطوطوں کے کوئی بیالیس ہزار عکسی نسخے جمع کر لیے۔ ان تمام نسخوں کا ایک ایک حرف پڑھ کر کاتبوں کی غلطیاں جمع کی گئی تھیں تا کہ اختلافات القرآن کا وجود ثابت کریں۔ قرآنیات پر بھی ہزاروں کتابیں اکٹھی کر دی گئیں مگر مشہور مستشرق جیفری اور اس ادارے کے آخری سربراہ Pretzl نے باوجود اس قدر جانکاری کے یہ اعتراف کرلیا کہ قرآن میں اختلاف روایت نہیں ملا۔ کتابت کی غلطیاں ہر جگہ ملتی ہیں لیکن کوئی غلطی ایسی نہیں جو متعدد مخطوطوں میں ملے۔ اس اعتراف کے بعد دوسری جنگ عظیم میں یہ ادارہ امریکن بمباری کا نشانہ بنا اور یہ ادارہ مع مدیر دونوں آنجہانی ہو گئے۔ ۲۶

یہ وہ عظیم معجزہ ہے جس کا ایک ایک حرف اور لفظ وحی الٰہی پر مبنی ہے جو رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوا ہے اور ہر قسم کی تحریف و تغیر سے پاک ہے اور قیامت تک رہے گا کیونکہ اس کے الفاظ' کلمات اور عبادات تک معجزہ ہیں اور کوئی کتاب اس کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔

Marfat.com

حوالہ جات

(1) (ا) ابن خلدون، صفحہ 122 (ب) سیرۃ النبی ﷺ، جلد سوم، صفحہ 565 (پ) رسول اکرم ﷺ اور خواب، صفحہ 50 (ت) تفسیر حواشی: مولانا صلاح الدین یوسف، صفحہ 492

(2) تفہیم القرآن' جلد دوم' سورۃ الانفال کی تفسیر (ب) سیرۃ النبی ﷺ، جلد سوم، صفحہ 556

(3) (ا) صحیح مسلم ''غزوہ بدر'' (ب) عہد نبوت کے ماہ و سال، صفحہ 157 (پ) شواہد النبوۃ، صفحہ 124

(4) (ا) قرآن پاک' ترجمہ: مولانا محمد جونا گڑھی (ب) سیرۃ النبی ﷺ، جلد سوم، صفحہ 559 (پ) شواہد النبوۃ صفحہ 125

(5) (ا) تفہیم القرآن' جلد سوم، صفحہ 133 (ب) سیرۃ النبی ﷺ، جلد سوم، صفحہ 558

(6) (ا) ترجمہ: مولانا محمد جونا گڑھی (ب) سیرۃ النبی ﷺ، جلد سوم، صفحہ 557

(7) (ا) سیرۃ النبی ﷺ کامل' ابن ہشام' جلد اوّل، صفحہ 771 (ب) سیرۃ النبی ﷺ، جلد سوم، صفحہ 560 (پ) عہد نبوت کے ماہ و سال صفحہ 151

(8) (ا) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 258 (ب) معجزات سرور عالم، صفحہ 57 (پ) شواہد النبوۃ، صفحہ 128 (ت) عہد نبوت کے ماہ و سال، صفحہ 152

(9) عہد نبوت کے ماہ و سال، صفحہ 152

(10) (ا) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 258 (ب) عہد نبوت کے ماہ و سال، صفحہ 153 (پ) شواہد النبوۃ، صفحہ 128

Marfat.com

(11) عہد نبوت کے ماہ وسال، صفحہ 153

(12) (ا) عہد نبوت کے ماہ وسال، صفحہ 154 (ب) شواہد النبوۃ، صفحہ 128 (معمولی اختلاف کے ساتھ)

(13) (ا) سیرۃ النبی ﷺ، جلد سوم، صفحہ 557 (ب) عہد نبوت کے ماہ وسال، صفحہ 152 (پ) صحیح بخاری وصحیح مسلم' کتاب المغازی

(14) شواہد النبوۃ، صفحہ 124

(15) عہد نبوت کے ماہ وسال، صفحہ 155

(16) (ا) زرقانی' جلد اوّل، صفحہ 447 + مدارج النبوۃ' جلد دوئم، صفحہ 98 بحوالہ سیرت مصطفیٰ ﷺ، صفحہ 175 (ب) عہد نبوت کے ماہ وسال، صفحہ 164

(17) معجزات سرور عالم ﷺ، صفحہ 58

(18) (ا) تفہیم القرآن' سورۃ روم کا دیباچہ، صفحہ 729-724 (ب) سیرۃ النبی ﷺ، جلد سوم، صفحہ 543 (پ) عہد نبوت کے ماہ وسال، صفحہ 153

(19) (ا) عہد نبوت کے ماہ وسال، صفحہ 213 (ب) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 574

(20) (ا) شواہد النبوۃ، صفحہ 163 (ب) سیرۃ النبی ﷺ، جلد سوم، صفحہ 589

(21) طبقات ابن سعد' جلد اوّل، صفحہ 436

(22) شواہد النبوۃ، صفحہ 215

(23) مسند احمدؒ 431/5

(24) لطائف المعارف، صفحہ 259

(25) (ا) سیرۃ النبی ﷺ، جلد سوم، صفحہ 505-485 (ب) رحمت للعالمین ﷺ، جلد سوم، صفحہ 477-470

Marfat.com

(26) مجلّہ ''فکر ونظر'' اپریل تا ستمبر 2003ء ڈاکٹر حمید اللہ نمبر، صفحہ 452 ڈاکٹر حمید اللہ کا خط بنام ڈاکٹر احمد خان

Marfat.com

رمضان المبارک میں وفود بارگاہ نبوی ﷺ میں

ہجرت حبشہ کو اسلامی تاریخ میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ 5 نبوی میں پہلی بار اسلام کی روشنی سرزمین عرب سے نکل کر حبشہ جا پہنچی جس کی ضیا پاشیوں سے نجاشی کا دربار جگمگا اٹھا۔ اور پہلا وفد بھی 6 نبوی میں آنحضور ﷺ سے ملنے کے لیے حبشہ ہی سے آیا تھا۔ یہ متلاشیان حق کا وفد تھا۔ ابن ہشام کے مطابق یہ وفد تقریباً 20 افراد پر مشتمل تھا' جو رسول اکرم ﷺ سے مسجد حرم میں ملا۔ انہوں نے تحقیق احوال کے بعد رسول اکرم ﷺ سے چند سوالات پوچھے۔ جن کے جوابات آپ ﷺ نے دیئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن پاک کی چند آیات ان کے سامنے تلاوت فرمائیں۔ قرآن مجید کی آیات کو سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے اس کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کی اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔ کفار مکہ آس پاس کھڑے یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ جب یہ ملاقات برخاست ہوئی تو ابوجہل اور ان کے ساتھیوں نے ارکان وفد کو کافی ملامت کیا مگر وفد کے ارکان نے یہ کہہ کر ان کو خاموش کر دیا: سلام ہے بھائیوں تم کو' ہم تمہارے ساتھ جہالت بازی نہیں کر سکتے۔ ہمیں ہمارے طریقہ پر چلنے دو اور تم اپنے طریقہ پر چلتے رہو۔ ہم جان بوجھ کر اپنے آپ کو بھلائی سے محروم نہیں کر سکتے۔[1]

اس وفد کے بعد ہجرت مدینہ تک کئی وفود تحقیق احوال کے لیے مکہ آئے۔ جس میں بیعت' عقبیٰ' اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانی کافی اہم ہیں۔ یہ وفود صرف اور صرف حق کی تلاش میں تھے۔ وہ نبی جس کا چرچا اور تذکرہ وہ اہل کتاب سے سنا کرتے تھے کہ یہ وہ نبی ہے یا نہیں۔ ان وفود کی خود اپنی کوئی سیاسی مالی یا دیگر دنیاوی فوائد مدنظر نہ تھے۔ یہ لوگ خالص اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

رضا جوئی کے لیے مکہ تشریف لاتے تھے۔ تاہم سیاسی، معاشی اور سفارتی تعلقات اور پر امن بقائے باہمی کے اصول کے تحت باقاعدہ وفود کی آمد رجب 5 ہجری سے شروع ہوتی ہے جب وفد مزینہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

اپنی آمد کے بعد جب ان وفود نے دربار نبی ﷺ کا حال دیکھا تو اکثر دولت ایمان سے مالا مال ہو کر لوٹ گئے۔ کیونکہ ان وفود میں چند ایک کو چھوڑ کر بیشتر نے رسول اکرم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا اور دنیوی فوائد کے ساتھ ساتھ اپنی عاقبت بھی سنوار گئے بلکہ صحابیت کے درجہ اوّلی پر بھی متمکن ہوئے۔

مدینہ میں اسلام کو استحکام ملنے کے بعد عرب قبائل نے رسول اکرم ﷺ کی سیادت کو قبول کرنا شروع کیا تھا۔ خاص کر فتح مکہ کے بعد تو ان وفود کا ایک تانتا بندھ گیا اور 8، 9، 10 ہجری میں بے شمار وفود بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ ابن سعد نے ستر وفود کا ذکر کیا ہے جبکہ شامی نے ان کی تعداد ایک سو چار بتائی ہے۔ ان وفود کی کثرت آمد کی بنا پر یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا صحیح مفہوم ہمارے سامنے آ جاتا ہے۔[۳]

یہاں ہم ان وفود کا مختصر تذکرہ کریں گے جو رمضان المبارک میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر خدمت ہوئے تھے۔ جن کا تذکرہ اکثر مشہور سیرت نگاروں نے کیا ہے۔

کتب سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں کل چھ وفود بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تھے۔ ان میں تین وفود وفد فزارہ، وفد ثقیف اور وفد حمیر 9 ہجری کے ماہ رمضان المبارک میں آئے تھے۔ ان وفود میں شامل ارکان کی مجموعی تعداد تقریباً 39 بتائی جاتی ہے۔ جبکہ وفد غسان، وفد عامر اور وفد غامد 10 ہجری کو حاضر ہوئے۔ اور ان کے ارکان کی تعداد 23 تک بنتی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب تمام مخالف اسلام قوتیں دم توڑ چکی تھیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ان تمام وفود کو خوش آمدید کہا، باوجود تنگ دستی کے نہ صرف ان کی مہمانداری کی بلکہ رخصت کرتے وقت انہیں تحائف سے بھی نوازا گیا۔ حالانکہ اس زمانے میں مسلمانوں کی مالی حالت بہت دگرگوں تھی۔ خاص کر 9 ہجری میں غزوہ تبوک

Marfat.com

سے لوٹنے کے بعد مسلمان بہت مفلوک الحال اور بے حد تھکے ہوئے تھے مگر پھر بھی آپ ﷺ نے ان تمام وفود کی خاطر مدارت اور تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

9ہجری

1-وفد فزارہ:

یہ نہایت سرکش اور طاقتور قبیلہ تھا۔ عینیہ بن حصن کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔ اس قبیلے نے اس سال ماہ رمضان میں اپنا وفد بھیجا اور اسلام قبول کیا جب رسول اکرم ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے۔[۴] ابن سعد کے مطابق یہ وفد 19 افراد پر مشتمل تھا۔ ان کو بنت حرث کے گھر ٹھہرایا گیا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان سے ان کے گھر بار کے متعلق دریافت کیا کیونکہ ان کے اونٹ کافی لاغر اور کمزور تھے۔ خود ارکان وفد کی حالت بھی خستہ تھی۔ تو ارکان وفد نے بتایا کہ خشک سالی اور قحط کی وجہ سے ان کے مویشی ہلاک ہو چکے ہیں، باغات اجڑ چکے ہیں۔ لوگ فاقوں پر فاقے کر رہے ہیں۔ ارکان وفد کی درخواست پر آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی جو بارگاہ الٰہی میں قبول و منظور ہوگئی اور چھ روز تک چھاجوں مینہ برسا، چھٹے روز آپ ﷺ کی دعا سے مطلع صاف ہوا۔[۵]

2-وفد حمیر:

حمیر میں کوئی مستقل سلطنت نہیں تھی بلکہ سلاطین حمیر کی اوّلاد نے چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر لی تھیں اور برائے نام بادشاہ کہلاتے تھے۔ عربی میں ان کا لقب قیل تھا۔[۶] تبوک سے واپسی پر ماہ رمضان ہی میں حمیر کے ایک بادشاہ کا خط حرث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان کی معرفت رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ بعض کے مطابق یہ خط ذی رعین، ہمدان اور معاذ لے کر آئے تھے۔[۷] جبکہ بعض نے لکھا ہے کہ مالک بن مرارۃ الرہادی شاہان حمیر کی قاصد کی حیثیت سے آیا تھا۔ انہوں نے شرک اور بت پرستی سے بے زاری کا اعلان کیا اور اسلام قبول کیا۔ آپ ﷺ کے حکم پر حضرت بلالؓ کو افسر مہمانداری مقرر کیا گیا تھا۔[۸]

Marfat.com

وفد کی واپسی کے وقت آپ ﷺ نے شاہان حمیر کو ایک خط لکھا۔ شاہی قاصد مالک بن مرارۃ کے ہمراہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو صدقات جمع کرنے اور ارکان دین سکھانے کے لیے بھیجا گیا۔(9)

3-وفد ثقیف:

جنگ حنین کے بعد جب بنوثقیف نے شہر طائف میں خود کو قلعہ بند کیا تو آپ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کر لیا لیکن جب محاصرے نے طول کھینچا تو آپ ﷺ نے محاصرہ اٹھا لیا اور مدینہ کے لیے رخت سفر باندھا۔ اس وقت بعض صحابہ کرام ﷺ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر التماس کیا کہ اہل طائف کے لیے بد دعا فرمائیں مگر آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو میرے پاس بھیج دے۔ یہ دعا نبوی ﷺ کا اعجاز تھا کہ جو قبیلہ تلوار سے زیر نہ ہو سکا۔ دعا نبوی ﷺ نے ان کی کایا پلٹ دی اور دربار نبوی ﷺ میں انہوں نے اپنا وفد بھیج دیا اور سر تسلیم خم کیا۔ ١٠

بنوثقیف کے وفد کے ارکان کے ذہن میں رسول اکرم ﷺ اور اسلام کے بارے میں جو تصور تھا وہ بہت ہی بودا اور دنیا دارانہ تھا۔ جس کا اندازہ ان کے شرائط سے لگایا جا سکتا ہے جو وہ لکھ کر لائے تھے۔ ان کے ذہن میں اسلام کے سامنے صرف سیاسی طور پر سر تسلیم خم کرنا تھا۔ اس لیے انہوں نے ایک غیر مفتوح ملک کے نمائندے کی حیثیت سے ایسی شرائط پیش کیں جو خود ان کے اپنے ذہن میں بھی بھاؤ بڑھانے اور چکانے کے سوا کچھ نہ تھیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ وہ مسلمان ہونے کو تیار ہیں بشرطیکہ

(1) انہیں نماز سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

(2) زکوٰۃ اور جہاد سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

(3) ان کے لیے زنا' سود اور شراب نوشی کی ممانعت نہ رہے۔

(4) ان کا قدیم آبائی بت خانہ جس میں لات کا بت نصب ہے اسے نہ توڑا جائے۔

کہتے ہیں کہ وہ معاہدے کا مسودہ لکھ کر لائے تھے کہ دستخط کی جگہ آنحضرت ﷺ اپنی

Marfat.com

مہر لگا دیں۔ چونکہ انہیں آنحضرت ﷺ کے مشن کی روح کو سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی تھی۔ ۱۱ اس لیے آپ ﷺ نے ان کے یہ مطالبات منظور نہ کیے' تاہم ان کی اصلاح اور تربیت کے لیے ان کے خیمے مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں نصب کیے گئے۔ نماز اور خطبہ کے وقت یہ لوگ مسجد میں موجود رہتے اگرچہ خود شریک عبادت نہ ہوتے تھے لیکن مسلمانوں کو دیکھتے رہتے تھے۔ نماز عشاء کے بعد رسول اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے اور کھڑے کھڑے ان سے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ اس لیے بہت جلد اسلام کی حقیقت ان کی سمجھ میں آئی اور وہ اپنے زیادہ تر مطالبات سے دستبردار ہوئے اور وہ قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے سب مسلمانوں کے ساتھ مل کر رمضان کے بقایا دنوں کے روزے بھی رکھے۔ صرف زکوٰۃ اور جہاد کے بارے میں انہیں چھوٹ دی گئی کیونکہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ جب وہ اسلام قبول کرلیں گے تو رفتہ رفتہ خود ان میں صلاحیت آ جائے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب یہ لوگ ایمان لائیں گے تو زکوٰۃ بھی دیں گے اور جہاد بھی کریں گے'' اور بعد میں حالات نے ثابت بھی کردیا۔ چنانچہ دو ہی برس بعد حجۃ الوداع کے موقع پر کوئی ثقفی ایسا نہ تھا جو مسلمان نہ ہوا ہو۔

جب یہ وفد واپس روانہ ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا۔ جنہوں نے شرائط معاہدے کے مطابق ''لات'' کے بت کو توڑا۔ ۱۲

بنو ثقیف کے اس وفد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ 19 افراد پر مشتمل تھا۔ ۱۳ وفد کے سربراہ کا نام ابن ہشام نے عبد یالیل لکھا ہے۔ جس نے مکی دور میں رسول اکرم ﷺ کی دعوت کو بھی انتہائی رعونت سے ٹھکرایا تھا۔ ۱۴

10 ہجری

1- وفد غسان:

اس سال ماہ رمضان میں غسان کا وفد آیا جو تین ارکان پر مشتمل تھا۔ ان کے قیام اور طعام کے لیے رملہ بنت الحارث کا مکان مقرر ہوا۔ وفد کے تینوں ارکان مشرف بہ اسلام

Marfat.com

ہوئے۔ آپ ﷺ نے انعامات دے کر انہیں رخصت فرمایا۔ یہ لوگ وطن لوٹے اور اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ چنانچہ انہوں نے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا۔ ۱۵ اس وفد کے ارکان میں دو بہ حالت اسلام رحلت فرما گئے جبکہ تیسرے صاحب ایمان جنگ یرموک میں حضرت ابوعبیدہؓ سے ملے تھے اور انہوں نے اپنے مسلمان ہونے پر ان کو مطلع کیا تھا۔ ۱۶

2- وفد عامر:

یہ وفد بھی اس سال ماہ رمضان میں حاضر ہوا تھا۔ یہ وفد دس افراد پر مشتمل تھا۔ ارکان وفد کچھ روز مدینہ میں مقیم رہے تا کہ فرائض اسلام سے واقفیت حاصل کر سکیں۔ ان کی تعلیم و تدریس کے فرائض ابی بن کعبؓ کے سپرد تھے۔ ۱۷

3- وفد غامد:

دس افراد پر مشتمل یہ وفد بھی اس سال ماہ رمضان میں مدینہ آیا اور اسے بقیع الغرقد میں ٹھہرایا گیا۔ وہاں سے یہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ سامان کی حفاظت کے لیے کس کو چھوڑا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایک کم عمر لڑکے کو وہاں چھوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے آنے کے بعد وہ لڑکا سو گیا اور ایک شخص فورجی چرا کر لے گیا۔ اس پر وفد کے ایک رکن نے کہا کہ وہ فورجی تو میری تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھبراؤ مت' کیونکہ وہ لڑکا بیدار ہو گیا اور اس نے شور مچا کر اسے پکڑ لیا۔ جب یہ لوگ واپس اپنی قیام گاہ پر آئے تو لڑکے نے وہی ماجرا بیان کیا۔ اس وفد کے تمام ارکان اس لڑکے سمیت حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ ﷺ کے حکم سے ابی بن کعبؓ نے ان کو قرآن سکھایا۔ وفد کی روانگی سے قبل آپ ﷺ نے ایک فرمان تحریر کر کے انہیں دیا جس میں احکام اسلام درج تھے۔ حسب معمول واپسی پر آپ ﷺ نے ان کو انعامات دے کر رخصت کیا۔ ۱۸

Marfat.com

حوالہ جات

(1) (ا) سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ صفحہ 279 (ب) بعثت نبوی ﷺ پر مذاہب عالم کی گواہی، صفحہ 137

(2) (ا) سیرۃ النبی ﷺ کامل' ابن ہشام' جلد اوّل، صفحہ 431 (ب) تفہیم القرآن' جلد سوم تفسیر سورۃ القصص، صفحہ 645 (پ) بعثت نبوی پر مذاہب عالم کی گواہی، صفحہ 137

(3) (ا) سیرۃ النبی ﷺ، جلد دوم، صفحہ 39 (ب) رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ، صفحہ 66

(4) سیرۃ النبی ﷺ، جلد دوم، صفحہ 53

(5) طبقات ابن سعد' جلد دوم، صفحہ 83

(6) سیرۃ النبی ﷺ، جلد دوم، صفحہ 56

(7) ابن خلدون، صفحہ 226

(8) رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ، صفحہ 109

(9) ابن خلدون، صفحہ 226

(10) سیرۃ النبی ﷺ، جلد دوم، صفحہ 47

(11) رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، صفحہ 299

(12) (ا) سیرۃ النبی ﷺ، جلد دوم، صفحہ 50 (ب) جوامع السیرۃ، صفحہ 46

(13) رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ، صفحہ 81

(14) سیرۃ النبی ﷺ کامل' ابن ہشام' جلد دوم، صفحہ 649

Marfat.com

(15) طبقات ابن سعد، جلد دوم، صفحہ 115

(16) ابن خلدون، صفحہ 234

(17) (ا) رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ، صفحہ 90 (ب) عہد نبوی میں نظام تعلیم، صفحہ 64

(18) (ا) طبقات ابن سعد، جلد دوم، صفحہ 122 (ب) رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ، صفحہ 90

Marfat.com

معمولات نبوی ﷺ ماہ رمضان میں

خاص اہتمام:

رمضان المبارک چونکہ بہت ہی برکتوں اور سعادتوں والا مہینہ ہے اس لیے آپ ﷺ اس مہینے میں عبادت کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے معمولات ذکر واذکار، عبادات وریاضت میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت اس مہینے میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا تھا۔ جو کہ دیگر مہینوں میں نظر نہیں آتا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ کی سنت کی پیروی میں صحابہ کرامؓ بھی اس ماہ کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ تمام صحابہ کرامؓ رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کے لیے جمع ہوتے اور چاند دیکھنے کی کوشش کرتے تاکہ آپ ﷺ کو بروقت مطلع کیا جا سکے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ شعبان کا آخری دن تھا ہم صحابہ اکٹھا ہو کر چاند دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے مگر مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آ رہا تھا آخر میں نے چاند دیکھ لیا اور حضور ﷺ کو مطلع فرمایا۔ اس پر حضور ﷺ نے نہ صرف خود روزہ رکھا بلکہ صحابہ کرامؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ لیکن اگر چاند خود دیکھ لیتے تو خیر و برکت اور ایمان کی دعا پڑھتے اور شام سے روزے کی تیاری شروع فرماتے تھے۔

سحری:

رسول اکرم ﷺ بالالتزام روزے کا آغاز سحری کھانے سے فرمایا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی سحری کھانے کا حکم دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''سحری میں برکت ہے۔ اسے ہرگز نہ چھوڑو۔ اگر کھانے کو کچھ نہیں تو اس وقت پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لیا

Marfat.com

جائے۔کیونکہ سحر میں کھانے پینے والوں پر اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں۔ ۲

عہد نبوی ﷺ میں مدینہ کے لوگوں کو سحری کے لیے بیدار کرنے کا خاص انتظام تھا جو حضرت بلالؓ اور حضرت عبداللہ بنؓ مکتومؓ کے سپرد تھا۔حضرت بلالؓ کی ڈیوٹی تھی کہ وہ پچھلے پہر اذان دے کر سوئے ہوئے لوگوں کو نیند سے بیدار کریں۔ان کی اذان سن کر لوگ جاگ پڑتے اور سحری کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتے۔تہجد پڑھتے۔جب سحری کھانے کے بعد طلوع صبح صادق کا وقت ہو جاتا تو سحری بند کرنے اور نماز صبح کے لیے حضرت عبداللہ بنؓ ام مکتوم اذان دیتے تھے۔۳

افطار:

دن بھر روزہ رکھنے کے بعد آپ ﷺ ماہ رمضان میں ہر شام با قاعدگی سے افطار فرمایا کرتے تھے۔افطاری عموماً کھجوروں پر مشتمل ہوتی تھی۔اگر کبھی کھجور میسر نہ ہوتی تو پانی سے افطار فرما لیتے تھے۔حضرت سلیمان بن عامرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے ''جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو اسے چاہیے کہ کھجور سے کرے کیونکہ اس میں برکت ہے اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کرے کیونکہ پانی پاک ہوتا ہے۔۴

ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ افطاری کے وقت روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے۔اس لیے آپ ﷺ افطاری کے وقت یہ دعا مانگتے ''الٰہی میں تیری اس رحمت کے حوالے سے سوال کرتا ہوں جو ہر چیز پر پھیلی ہوئی ہے کہ تو مجھے بخش دے''۔۵ سنن ابی داود نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں ''پیاس ختم ہوگئی۔انتڑیاں تر ہوگئیں اور انشاءاللہ اجر وثواب لکھا گیا''۔۶

سحری میں تاخیر اور افطاری میں جلدی کرنا آپ ﷺ کا زندگی بھر کا معمول رہا۔حضرت سہیل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ''میری امت کے لوگ بھلائی پر

Marfat.com

رہیں گے جب تک وہ جلد افطار کرتے رہیں گے۔۷ یعنی جب تک افطاری میں جلدی اور سحری میں تاخیر کریں گے تو اس وقت تک سنت کی پابندی کے باعث اور حدود شرع کی نگرانی کی وجہ سے لوگ خیر اور بھلائی پر قائم رہیں گے۔ علاوہ ازیں افطاری میں تاخیر کرنا خواہ مخواہ ایک تکلف اور غلو ہے۔ جس سے بچنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔

تراویح:

رمضان المبارک کی راتوں میں تواتر و کثرت کے ساتھ قیام' نماز تراویح' تسبیح و تہلیل اور ذکر الٰہی آپ ﷺ کا معمول تھا۔ نماز تراویح کی جو اجتماعی صورت آج ہمیں دکھائی دیتی ہے اس معمول کا حصہ تھی۔ آپ ﷺ نے رمضان المبارک میں قیام اللیل کی فضیلت کے باب میں ارشاد فرمایا ہے ''جس نے ایمان و احتساب کی نیت سے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور راتوں کو قیام کیا اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔۸

رسول اکرم ﷺ نے نماز تراویح مسجد میں باجماعت اور گھر میں انفرادی طور پر ادا فرمائی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ اگرچہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے لیکن صحابہ کرامؓ اور تابعین کا ماہ رمضان میں مسلسل یہی طریقہ رہا۔ اس لیے محدثین اور فقہاء کے اصول کے مطابق یہ حدیث مقبول ہے۔ اس وجہ سے مولانا اشرف علی تھانویؒ ''بہشتی زیور'' میں فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں تراویح کی نماز سنت موکدہ ہے۔ اس کا چھوڑ دینا اور نہ پڑھنا گناہ ہے۔۹

عہد نبوی ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں تراویح کی باقاعدہ جماعت کا اہتمام نہیں تھا بلکہ لوگ تنہا یا چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں تراویح پڑھا کرتے تھے۔ مگر حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو ایک جماعت پر جمع کیا۔ اور یہ حضرت عمر فاروقؓ کی اپنی طرف سے کوئی اختراع نہیں تھی نہ وہ کوئی بدعت ایجاد کرنے والے تھے۔ انہوں نے جو حکم دیا تھا وہ

Marfat.com

کسی اصل کی بنا پر تھا جو ان کے پاس موجود تھی اور رسول اللہ کے کسی عہد پر مبنی تھا۔ اس وقت بڑے بڑے صحابہ کرام حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عباسؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت معاذؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور دیگر مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم اجمعین سب موجود تھے۔ وہ سب حضرت عمر فاروقؓ کے اس فیصلہ سے متفق تھے اور اس کا حکم دیا تھا۔[10]

قیام اللیل:

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ نماز عشاء و تراویح ادا کرنے کے بعد سونے کے لیے گھر تشریف لے جاتے تھے پھر رات کے کسی حصے میں نماز تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو بشمول وتر گیارہ رکعتیں نماز ادا فرماتے تھے کیونکہ نماز تہجد کے لیے نماز عشاء کے بعد کچھ دیر آرام کرنا اور سونا شرط اور مسنون ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی نماز تہجد کی یہ رکعتیں بہت طویل ہوتی تھیں اور بہت خشوع و خضوع سے پڑھی جاتی تھیں۔ ایک بار ماہ رمضان میں حضرت حذیفہؓ نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز تہجد ادا فرمائی۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ ان رکعتوں میں آپ ﷺ نے سورۃ بقرہ، سورۃ النساء اور سورۃ آل عمران کی تلاوت فرمائی۔ جہاں کوئی خوف اور عذاب والی آیت پڑھتے تو آپ ﷺ رک جاتے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگتے۔[11] نماز تہجد میں طویل قرأت صرف رمضان المبارک کی راتوں سے مخصوص تھا۔

تلاوت قرآن مجید:

چونکہ رمضان اور قرآن میں گہرا باہمی ربط و تعلق پایا جاتا ہے اس لیے رسول اکرم ﷺ کا ماہ رمضان میں ایک بار ختم قرآن معمول تھا۔ صحیحین کی متفق علیہ حدیث مبارکہ ہے کہ ہر سال رمضان المبارک میں رات کے وقت حضرت جبرائیلؑ قرآن پاک کا دور کرنے کے لیے آقائے دو جہاں ﷺ کے حجرے مبارکہ میں تشریف لاتے تھے جہاں باری باری ان

Marfat.com

دو ہستیوں میں سے ایک کلام پاک کی تلاوت کرتی اور دوسری سماعت فرماتی تھی یہاں تک کہ وصال سے پہلے آخری رمضان آیا تو اس سال آپ ﷺ نے سابقہ معمول کے برعکس دو مرتبہ قرآن پاک کا دورہ حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ فرمایا۔12 اس لیے آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو رمضان المبارک میں ایک ختم قرآن پر اکتفا کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں رمضان المبارک میں قرآن مجید کا ایک مرتبہ ترتیب وار تراویح میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔13

کثرت صدقات وخیرات:

جامع ترمذی میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ رمضان المبارک میں صدقہ دینا افضل ہے۔14 خود رسول اکرم ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ ہر وقت صدقہ و خیرات کثرت کے ساتھ دیا کرتے تھے۔ کوئی سوالی آپ ﷺ کے در سے خالی ہاتھ نہیں لوٹتا تھا۔ لیکن رمضان المبارک میں صدقہ وخیرات کی مقدار باقی مہینوں کی نسبت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی۔ اس ماہ صدقہ وخیرات میں اتنی کثرت فرماتے تھے کہ ہوا کے تیز جھونکے بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ حدیث میں تیز ہوا کے لیے جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ ''الریح المرسلہ'' ہے۔ یہ اس ہوا کو کہتے ہیں جو نجد کی طرف سے چلتی تھی اور بڑی تیز اور ٹھنڈی ہوتی تھی۔ عرب شعراء اپنے اشعار میں بطور تشبیہ اور استعارہ اس کو لاتے تھے۔15 یہ سخاوت اور کثرت صدقات وخیرات اس مسرت کا اظہار اور شکرانہ تھا جو رات کو جبرائیلؑ امین سے قرآن کا دورہ کرنے کے بعد آپ ﷺ کو حاصل ہوتی تھی۔16

مسجد قبا کی زیارت:

رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ 17 رمضان المبارک کو مسجد قبا تشریف لاتے تھے۔17 یہ وہ مسجد ہے جس کی بنیاد سب سے پہلے آپ ﷺ نے اس وقت رکھی جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی حدود میں پہنچے۔ جبکہ دیگر مہینوں میں

Marfat.com

آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ ہفتہ میں ایک بار سوار یا پیدل اس مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے اور یہاں دو رکعت نفل ادا فرماتے تھے۔ ۱۸

مستدرک حاکم 12/3 میں صحیح سند کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ جو شخص گھر سے نکل کر اس مسجد، مسجد قبا میں آئے اور یہاں دو رکعت نفل ادا کرے اسے ایک عمرے کا ثواب ملے گا۔ ۱۹

آخری عشرہ اور اعتکاف:

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں رسول اکرم ﷺ باقاعدگی کے ساتھ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اوائل میں آپ ﷺ نے پہلے اور دوسرے عشرے میں بھی اعتکاف فرمایا تھا لیکن جب آپ ﷺ کو مطلع کیا گیا کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں ہے تو اس کے بعد حضور ﷺ نے ہمیشہ آخری عشرے میں ہی اعتکاف فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو مسجد نبوی ﷺ میں توبہ والے ستون کے ساتھ یا تو آپ ﷺ کے لیے بستر بچھا دیا جاتا یا آپ ﷺ کی چارپائی بچھا دی جاتی تھی۔ ۲۰ اس پر پردے کے لیے چٹائی وغیرہ ڈالی جاتی یا چھوٹا سا خیمہ نصب کیا جاتا۔ رمضان کی بیسویں تاریخ کو صبح نماز فجر کے لیے جب آپ ﷺ مسجد میں تشریف لے جاتے تو معتکف یعنی اعتکاف کی جگہ میں داخل ہوتے۔ ۲۱ اور عید کا چاند نظر آنے کے بعد باہر تشریف لاتے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ مگر جس سال آپ ﷺ نے وصال فرمایا اس سال رمضان میں آپ ﷺ نے بیس روز اعتکاف کیا۔ ۲۲

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر سال رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے مگر ایک سال آپ ﷺ نے اعتکاف نہیں فرمایا تو اگلے سال آپ ﷺ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید رسول اکرم ﷺ نے 9 ہجری میں اعتکاف نہیں فرمایا ہوگا کیونکہ اس سال ماہ رمضان میں تین اہم وفود وفد

Marfat.com

بنوفزارہ، وفد حمیر اور وفد بنوثقیف آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ جس میں وفد بنوثقیف کا قیام مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں تھا۔ شاید ان لوگوں کی مہمان نوازی، خاطر تواضع اور مصروفیت کی وجہ سے آپ ﷺ نے اعتکاف نہیں فرمایا ہو۔ جبکہ 8 ہجری میں آپ ﷺ نے بغیر کسی شک وشبہ کے اعتکاف نہیں فرمایا تھا۔ کیونکہ اس سال ماہ رمضان میں آپ ﷺ فتح مکہ اور بعد میں غزوہ حنین کی تیاریوں میں مصروف رہے۔ جس کی وجہ سے اعتکاف کا موقع نہ تھا۔

اعتکاف کا بڑا مقصد خلوت نشینی اور دنیوی وگھریلو جھمیلوں اور اہل وعیال سے کچھ عرصہ کے لیے الگ تھلگ ہو کر یکسوئی سے دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ تاہم دوران اعتکاف آپ ﷺ کا ازواج مطہرات کے ساتھ تعلق خاطر اور حسن معاشرت کا یہ عالم تھا کہ دوران اعتکاف بھی مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے کھڑکی سے اپنا سر مبارک سیدہ عائشہؓ کے حجرے میں داخل فرمادیتے اور وہ آپ ﷺ کے سر مبارک کو دھو کر اس میں کنگھی فرماتیں۔ ۲۳ کیونکہ حضرت عائشہؓ کا حجرہ شرقی جانب بالکل مسجد نبوی ﷺ سے لگا ہوا تھا۔ گویا حجرہ کا صحن ہی مسجد نبوی ﷺ کا صحن تھا۔ رسول اکرم ﷺ اس دروازے سے ہو کر مسجد میں تشریف لاتے تھے۔

اس طرح ایک بار دوران اعتکاف حضرت صفیہؓ آپ ﷺ سے ملنے کے لیے آ گئیں تو آپ ﷺ نے کچھ دیر کے لیے ذکر واذکار اور عبادت موقوف کر دیا اور بات چیت کے بعد جب وہ رخصت ہونے لگیں تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر انہیں رخصت فرمایا۔ ۲۴

طبرانی کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے اور ہر چھوٹے بڑے سے نماز پڑھواتے تھے۔ جو نماز پڑھنے کی طاقت رکھتا تھا۔ ۲۵ چونکہ جملہ امہات المومنین اور حضرت فاطمہؓ کے حجروں کے دروازے مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں کھلتے تھے اس لیے ان کو جگانے کے لیے آپ ﷺ کو مسجد کے صحن سے باہر جانا نہیں پڑتا تھا۔ رمضان المبارک کے آخری

Marfat.com

عشرے کی آخری رات جب عید کا چاند نظر آتا تو آپ ﷺ رمضان المبارک کی پوری فیوض و برکات اپنے دامن مبارکہ میں سمیٹ کر اعتکاف کی جگہ سے باہر نکلتے۔

شوال کے چھ روزے:

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ رمضان المبارک کے اختتام پر ماہ شوال میں چھ روزے رکھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے جس نے ماہ رمضان کے روزوں کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے گویا اس نے زمانہ بھر کے روزے رکھے۔[۲۶] شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک چونکہ ایک نیکی کا ثواب دس نیکیوں کے برابر ملتا ہے اور شوال کے چھ روزوں کو رمضان المبارک کے روزوں سے ملا کر ان کی تعداد 36 بن جاتی ہے اور یوں سال کے بارہ مہینوں کے حساب سے ہر ماہ میں تین روزوں کا حساب برابر بنتا ہے اور اس طرح سال بھر کے روزوں کا ثواب اس قاعدے کی روشنی میں پورا کا پورا ملتا ہے۔[۲۷]

شوال کے روزوں کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں کے دوران اگر نادانستہ طور پر کوئی کوتاہی سرزد ہوئی ہو تو اس کی تلافی ہو جائے تو دوسری طرف روزہ داروں کو عید کے دن ان کے روزوں کا پورا اجر و ثواب بھی ملتا ہے۔ اس لیے یہ روزے اس کے شکرانے کے طور پر رکھے جائیں تو اس کی فضیلت کی برکت سے آدمی صائم الدھر کے درجہ کو حاصل کر لیتا ہے۔

Marfat.com

حوالہ جات

(1) (ا) سنن ابی داؤد' کتاب الصیام، 2342 (ب) کتاب الصوم، صفحہ 85 البتہ عید کے چاند کے بارے میں فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کم از کم دو افراد کی شہادت ضروری ہے۔

(2) (ا) مشکوۃ شریف' مترجم' جلد اوّل' باب سحری کا بیان 1885/1 (ب) اسوہ رسول اکرم ﷺ، صفحہ 350

(3) (ا) طبقات ابن سعد' جلد، صفحہ (ب) واقعات صحابہؓ، جلد اوّل، صفحہ 266

(4) جامع ترمذی' جلد اوّل' ابواب زکوٰۃ، صفحہ 254

(5) سنن ابن ماجہ۔ الصیام باب فی الصائم لاتر دعوتہ 1753

(6) سنن ابی داؤد' الصیام' باب القول عند الافطار 2357

(7) بخاری' کتاب الصوم' باب تعجیل الافطار 1957

(8) مشکوۃ شریف' مترجم' جلد اوّل' رمضان کی عبادت 1222/2، صفحہ 309

(9) اسوہ رسول اکرم ﷺ، صفحہ 352

(10) اختلاف امت اور صراط مستقیم، صفحہ 514

(11) (ا) شمائل ترمذی، صفحہ 273 (ب) لطائف المعارف، صفحہ 283

(12) کتاب الصوم، صفحہ 283

(13) اسوہ رسول اکرم ﷺ، صفحہ 351

(14) جامع ترمذی' جلد اوّل، صفحہ 285

(15) (ا) رمضان ماہ غفران، صفحہ 194 (ب) کتاب الصوم، صفحہ 283-84

(16) شمائل ترمذی، صفحہ 372

(17) تاریخ مدینہ، صفحہ 141

Marfat.com

(18) (ا) صحیح بخاری' حدیث نمبر 1193 (ب) صحیح مسلم' حدیث نمبر 1399

(19) تاریخ مدینہ منورہ، صفحہ 102

(20) مشکوۃ شریف' مترجم' جلد اوّل فصل سوم 2005/10، صفحہ 509

(21) (ا) ابوداؤد' ابن ماجہ بحوالہ کتاب الصوم، صفحہ 290 (ب) اسوہ رسول اکرم ﷺ، صفحہ 353

(22) صحیح بخاری' کتاب الاعتکاف' 2044

(23) سنن ترمذی' باب ما جاء فی الاعتکاف 803

(24) صحیح بخاری' کتاب الاعتکاف' 2046

(25) صحیح بخاری' کتاب الاعتکاف' 2039/2035

(26) لطائف المعارف، صفحہ 308

(27) صحیح مسلم' الصیام' باب استجاب الصوم 1164/204

(28) حجۃ اللہ البالغہ، صفحہ 405

Marfat.com

الوداع ماہ رمضان المبارک

عید کی رات:

جب رمضان المبارک کا ماہ مبارک مکمل ہو جائے اور شوال کا چاند نظر آئے تو پوری مسلم امہ کے لیے عید ہوتی ہے۔ کیونکہ اس دن روزہ رکھنے والوں میں بڑے بڑے گنہگار بھی دوزخ سے رہائی پا لیتے ہیں اور جنت کے مستحق گردانے جاتے ہیں۔ یہی حقیقی معنوں میں اصل عید ہوتی ہے اور یہی رمضان المبارک کا حاصل ثمر ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ "اللہ تبارک و تعالیٰ ماہ رمضان میں افطار کے وقت روزانہ دس لاکھ افراد کو نار جہنم سے بخشش کا پروانہ عطا فرماتے ہیں اور جب جمعہ کی شب یا جمعہ آ جائے تو ہر ہر ساعت میں ان دس دس لاکھ افراد کی بخشش کی جاتی ہے جس پر جہنم واجب ہو چکی تھی اور پھر جب رمضان المبارک کی آخری رات ہوتی ہے تو رمضان المبارک کی پہلی تاریخ سے لے کر آخری رات تک تمام نجات پانے والوں کے برابر اور بندوں کی بخشش کی جاتی ہے۔[1]

ایک بار صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جہنم سے آزادی لیلۃ القدر میں ملتی ہے یا رمضان المبارک کی آخری رات میں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"رمضان المبارک کی آخری رات میں یہ اعزاز ملتا ہے۔ کیونکہ کام کرنے والے کو اس کی اجرت کام مکمل کرنے کے بعد ملتی ہے"۔[2]

پھر رمضان جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے کہ روزہ خاص میرے لیے ہے۔ میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ وہ رب جو ہر اچھے عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا

Marfat.com

کر دیتا ہے مگر روزہ اس عام قانون سے مستثنیٰ ہے۔ خاص کر ان بندوں کے لیے جنہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے نفس کو قابو میں رکھا۔ اس کی خاطر اپنا کھانا پینا چھوڑا۔ ایسے لوگوں کو وہ کیوں نہیں دے گا بلکہ بے انتہا دے گا۔۳

اس لیے یہ واقعی خوشی کی بات ہے اس رات کو منانا چاہیے۔ اس کو چار چاند لگانا چاہیے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ بھی یہ رات جاگ کر منائی ہے مگر عبادت سے' ذکر واذکار سے' تلاوت سے اور سجدہ شکر اور یہی اس رات کے منانے کا اصل طریقہ ہے۔۴

صدقہ فطر:

نماز عید سے قبل صدقہ فطر دینا آپ ﷺ کا معمول تھا۔۵ فتح مکہ کے بعد جب لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہوئے اور انہیں ارکان اسلام کا ابھی پورا علم نہ تھا تو آپ ﷺ نے مکہ میں منادی کو بھیجا کہ وہ مکہ معظمہ کی شاہراہ اور اہم جگہوں پر کھڑے ہو کر لوگوں میں اعلان کرے کہ صدقہ فطر ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے۔ چاہے وہ چھوٹا ہو' بڑا ہو' آزاد ہو یا غلام۔۶

آپ ﷺ نے فرمایا ''صدقہ فطر دینے سے روزہ پاک ہوتا ہے اور اگر روزہ کے دوران کوئی کوتاہی یا کوئی تقصیر یا کمی بیشی ہوئی ہو جس سے روزے میں خلل آیا ہو تو اس کے دینے سے اس کا ازالہ ہوتا ہے اور روزہ مکمل ہوتا ہے۔ بلکہ دار قطنی نے اس میں یہ الفاظ بھی شامل فرمائے ہیں کہ جو شخص صدقہ فطر نماز عید سے قبل ادا کرے گا اس کا صدقہ مقبول ہوگا اور جو نماز عید کے بعد ادا کرے گا وہ بس صدقوں میں سے ایک صدقہ ہوگا۔۷ اس لیے بعض علماء نے صدقہ فطر کو رمضان کے لیے ایسا قرار دیا ہے جیسا کہ نماز کے لیے سجدہ سہو ہوتا ہے۔۸

نماز عید:

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ نماز عید سے قبل غسل فرمایا کرتے تھے۔ پھر عمدہ اور خوبصورت لباس زیب تن فرماتے تھے۔ کبھی سبز و سرخ دھاریدار یمنی چادر اوڑھتے جسے

Marfat.com

بردیمانی کہا جاتا ہے اور خوشبو لگاتے۔ عیدگاہ جانے سے قبل چند کھجور تناول فرماتے‘ جن کی تعداد طاق ہوتی تھی یعنی تین‘ پانچ‘ سات وغیرہ اور اس کے بعد عیدگاہ کے لیے روانہ ہو جاتے تھے۔

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ نماز عید مسجد کی بجائے عیدگاہ میں پڑھتے تھے۔ نماز پڑھنے کے لیے آپ ﷺ عیدگاہ پیدل تشریف لے جاتے اور راستہ میں آہستہ آہستہ تکبیر کہتے تھے مگر عیدالاضحیٰ کے موقع پر باآواز بلند تکبیر کہا کرتے تھے۔ عیدگاہ پہنچتے ہی نماز شروع نہیں فرماتے اور نہ اذان اقامت اور نہ الصلوٰۃ جامعہ وغیرہ کی کوئی ندا ہوتی تھی اور نہ نفل کے لیے کھڑے ہوتے بلکہ آرام سے تشریف فرما ہوتے اور نماز ادا کرنے میں تاخیر فرماتے تھے۔ حضرت جندب ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمیں نماز عید الفطر اس وقت پڑھاتے تھے جب سورج دو نیزے پر ہوتا۔ اس کے بعد نماز کے لیے صفیں باندھی جاتی تھیں۔ نماز عید دو رکعت پر مشتمل ہوتی تھی۔ تکبیریں ختم کرنے کے بعد سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرتے اس کے بعد سورۃ ق والقرآن المجید ایک رکعت میں پڑھتے اور دوسری رکعت میں سورۃ القمر پڑھتے۔ بعض اوقات آپ ﷺ ان رکعتوں میں سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ کی تلاوت بھی فرماتے تھے۔

نماز عید کی دعا:

نماز کے بعد آپ ﷺ بارگاہ الٰہی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے اور دعا فرماتے:

اے اللہ! ہم آپ سے پاک وصاف زندگی اور ایسی ہی عمدہ موت کی دعا مانگتے ہیں۔

اے خدایا! ہمیں اچانک ہلاک نہ کرنا اور نہ اچانک پکڑنا اور نہ ایسا کرنا کہ ہم حق ادا کرنے اور وصیت کرنے سے بھی رہ جائیں۔

خدایا ہم تجھ سے حرام اور سوال سے بچنے‘ غنا‘ بقا‘ ہدایت اور دین و دنیا میں انجام کی بہتری طلب کرتے ہیں۔

ہم تیری پناہ چاہتے ہیں‘ شک سے‘ نفاق سے‘ انتشار سے‘ جدا جدا ہونے سے‘ دین کے

Marfat.com

کاموں میں ریاکاری سے اور دکھاوے سے۔

اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دل اپنی ہدایت کے بعد ٹیڑھے نہ کرنا، ہم پر اپنی خاص رحمت نازل فرما۔

بے شک تو بہت کچھ عطا کرنے والا ہے۔

خطبہ عید:

خطبہ عید کے لیے آپ ﷺ عیدگاہ میں لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ سامنے صفوں میں آرام وسکون سے بیٹھے ہوتے تھے۔ آپ ﷺ دو خطبے فرماتے مگر یہ خطبے آپ ﷺ منبر کی بجائے زمین پر کھڑے ہو کر فرماتے تھے۔ عید کے ان خطبوں کے لیے منبر عیدگاہ نہیں لایا جاتا تھا۔ پہلا خطبہ تکبیر سے شروع کرتے، پہلے خطبہ میں 9 مرتبہ مسلسل اللہ اکبر اور دوسرے خطبہ میں 7 مرتبہ اللہ اکبر کی تکبیر پڑھتے۔ دونوں خطبوں کے درمیان آپ ﷺ اتنی دیر دم لینے کے لیے بیٹھ جاتے جتنی دیر جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھا جاتا ہے۔9

عیدگاہ سے واپسی:

دونوں خطبوں کے بعد نماز عید مکمل ہو جاتی صحابہ کرامؓ عید کی ایک دوسرے کو "تقبل اللہ منا ومنک" "اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری عبادت قبول فرمالے" کے الفاظ میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے۔ اور آپ ﷺ واپس اپنے خانہ مبارکہ کے لیے روانہ ہوتے مگر اس وقت دوسرا راستہ اختیار فرماتے۔ اس راستہ پر تشریف نہ لے جاتے جس پر آپ ﷺ عیدگاہ تشریف لا چکے ہوتے۔ اس دن عید کی خوشی منائی جاتی تھی کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "یہ کھانے پینے باہم خوشی، لطف اٹھانے اور اللہ کو یاد کرنے کے دن ہیں۔(10) اور یوں انتہائی عزت واحترام کے ساتھ اس مبارک مہینہ کو الوداع کہا جاتا تھا۔

Marfat.com

حوالہ جات

(1) لطائف المعارف، صفحہ 344

(2) مسند احمد، 292/2

(3) صحیح مسلم، باب الصیام

(4) اسوہ رسول اکرم ﷺ، صفحہ 365

(5) جامع ترمذی، جلد اوّل، صفحہ 260

(6) جامع ترمذی، جلد اوّل، صفحہ 259

(7) مظاہر حق جدید، جلد دوم، صفحہ 218

(8) لطائف المعارف، صفحہ 348

(9) (ا) طبرانی (ب) اسوہ رسول اکرم ﷺ، صفحہ 66-361

(10) اسوہ رسول اکرم ﷺ، صفحہ 356

Marfat.com

عہد نبوت کے رمضان کے واقعات کا اختصاریہ

1 سنہ نبوی ﷺ

نزول قرآن (سورۃ علق کی ابتدائی پانچ آیات)

حضرت خدیجہؓ اور ورقہ بن نوفل کی تصدیق

2 سنہ نبوی ﷺ

قریبی دوست احباب کو دعوت دین

3 سنہ نبوی ﷺ

دوست احباب اور مشرکین مکہ کو دعوت دین

مشرکین مکہ کی مخالفت اور دست درازی

4 سنہ نبوی ﷺ

تبلیغ دعوت دین اور کفار مکہ کی جور وستم

5 سنہ نبوی ﷺ

مشرکین مکہ کے ظلم وستم اور ایذاءرسانی میں شدت

سورۃ النجم کی حرم پاک میں تلاوت اور کفار مکہ کا رسول اکرم ﷺ کے ساتھ سجدے میں گرنا۔

6 سنہ نبوی ﷺ

تبلیغ دعوت دین، کفار مکہ کی شدید مخالفت اور ظلم واستبداد

7 سنہ نبوی ﷺ

کفار کے ظلم وستم کی انتہا اور شعب ابی طالب میں محصوری

Marfat.com

8 سنہ نبوی ﷺ

شعب ابی طالب میں محصوری اور بنی ہاشم کی استقامت

9 سنہ نبوی ﷺ

شعب ابی طالب میں محصوری اور بنی ہاشم کی استقامت

10 سنہ نبوی ﷺ

حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات‘ حضرت سودہؓ سے نکاح اور ابولہب کا بنی ہاشم کا سردار بننا اور ان کا رسول اکرم ﷺ کو کنبہ بدر کرنے کا اعلان

11 سنہ نبوی ﷺ

دعوت دین اور مشرکین مکہ کا ظلم اور جبر واستبداد

12 سنہ نبوی ﷺ

دعوت دین اور مشرکین مکہ کا ظلم اور جبر واستبداد

13 سنہ نبوی ﷺ

دعوت دین اور مشرکین مکہ کا ظلم اور جبر واستبداد

1 سنہ ہجری

سریہ حمزہؓ، روزے کے لیے سحری کا حکم

2 سنہ ہجری

غزوہ بدر‘ سریہ عمیر بن بصیر‘ بنوقینقاع سے تنازعہ

حضرت رقیہؓ کی وفات‘ طالب بن ابی طالب کی گمشدگی‘ فاطمہؓ کا عقد‘ ابولہب کی موت‘ صدقہ فطر کا حکم‘ اور کم سے کم بیس معجزات کا صدور

3 سنہ ہجری

امام حسنؓ کی ولادت‘ مشرکین مکہ کی جنگ احد کے لیے زور وشور سے تیاری

Marfat.com

4 سنہ ہجری

دعوت دین

5 سنہ ہجری

واقعہ افک (بہتان)

6 سنہ ہجری

سریہ اُم القرفہ، سریہ عبداللہ بن عتیکؓ، خشک سالی اور نماز استسقاء اور عبداللہ بن عتیکؓ کی ٹانگ کا معجزہ سے ٹھیک ہونا

7 سنہ ہجری

سریہ غالب، سریہ حُرقہ

8 سنہ ہجری

سریہ ابوقتادہؓ، فتح مکہ، سریہ خالدؓ، سریہ عمرو بن العاصؓ، سریہ سعد بن زید اشہلیؓ، نفلی طواف کعبہ اور متعدد معجزات

9 سنہ ہجری

غزوہ تبوک سے واپسی، مسجد ضرار کا انہدام، غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والے تین صحابہ کرامؓ سے کنارہ کشی کا حکم، خشک سالی اور قحط، وفد حمیر، وفد بنوفزارہ اور وفد بنوثقیف کی آمد

10 ہجری

وفد غسان، وفد عامر اور وفد غامد کی آمد، سریہ حضرت علیؓ، دس دن معمول کے برعکس بیس دن کا اعتکاف، جبرائیلؑ کی دو مرتبہ آنحضور ﷺ سے قرآن پاک کا دورہ اور حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ کا ایک سو پچاس ساتھیوں سمیت قبول اسلام۔

Marfat.com

ماخذ

کتب الہامی وتفاسیر

(1) قرآن مجید۔ترجمہ: مولانا محمد جوناگڑھی
تفسیری حواشی: مولانا صلاح الدین یوسف
شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ (س۔ا۔ن)

(2) احسن تفسیر المعروف تفسیر بے نظیر، مولانا حسین علی (مفسر)
''مکتبہ تنویر القرآن'' اردو بازار لاہور، طبع دوم، 1422ھ

(3) انوار القرآن: ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ
سروس بک کلب، 1998

(4) تفہیم القرآن: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
سروس بک کلب، 93-1992

(5) نکات القرآن: حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ (تالیف)
المکتبہ الاشرفیہ، جامعہ اشرفیہ، فیروز پور روڈ لاہور (س۔ا۔ن)

(6) کتابِ مقدس
بائبل سوسائٹی۔انارکلی لاہور، سیریز 93/95، 1997

Marfat.com

کتب احادیث

(7) صحیح بخاری، ترجمہ وتشریح: مولانا ظہور الباری اعظمی
مکتبہ مدینہ، لاہور، اگست 2000ء
(8) صحیح مسلم مع شرح نووی (مختصر) مترجم: علامہ وحید الزمان
حذیفہ اکیڈمی، لاہور، (س۔ا۔ن)
(9) جامع ترمذی، مترجم: مولانا بدیع الزمان
نعمانی کتب خانہ، لاہور، 1988
(10) سنن ابی داؤد، مترجم: مولانا سرور احمد قاسمی
دار الاشاعت، کراچی، (س۔ا۔ن)
(11) مسند احمد (مترجم)
محمد سعید اینڈ سنز، قرآن محل، کراچی، (س۔ا۔ن)
(12) مشکوۃ شریف (مترجم)
محمد سعید اینڈ سنز، قرآن محل، کراچی (س۔ا۔ن)

Marfat.com

شرح احادیث

(13) کتاب الصوم سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
البدر پبلی کیشنز' لاہور' نومبر 2000ء

(14) مظاہر حق جدید: ترتیب جدید: مولانا عبداللہ جاوید غازی پوریؒ
دارالاشاعت' کراچی نمبر 1' 1994ء

کتب سیرۃ النبی ﷺ

(15) آنحضرت ﷺ بحیثیت سپہ سالار' محمود خطاب شیت' رئیس احمد جعفری (مترجم)
شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور' (س۔ا۔ن)

(16) اخبار النبی ﷺ (طبقات ابن سعد) جلد اوّل' علامہ ابوعبداللہ محمد بن سعد البصری
علامہ عبداللہ العمادی مرحوم (مترجم)
نفیس اکیڈمی' اردو بازار' کراچی' اشاعت سوم 1983ء

(17) اُسوہ رسول اکرم ﷺ: ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ
ادارہ اسلامیات' انارکلی' لاہور' اپریل 1987ء

(18) المصطفیٰ ﷺ: سرفراز محمد بھٹی
الفیصل ناشران وتاجران کتب' لاہور' نومبر 2003ء

(19) بعثت نبوی ﷺ پر مذاہب عالم کی گواہی: شیریں زادہ خدوخیل
الفیصل ناشران وتاجران کتب' لاہور' فروری 2006ء

(20) پیغمبر اعظم و آخر ﷺ: ڈاکٹر نصیر احمد ناصر
فیروز سنز' لاہور' 1988ء

Marfat.com

(21) جوامع السیرۃ، امام ابن حزم، محمد سردار احمد (مترجم)
مجلس نشریات اسلام، کراچی

(22) حیات رسول اُمی ﷺ: خالد مسعود
دار التذکیر، لاہور، دسمبر 2003ء

(23) خاندان رسول ﷺ: ڈاکٹر محمد دین مرحوم
تاج کتب خانہ، قصہ خوانی، پشاور، نومبر 1991ء

(24) رسول اکرم ﷺ اور خواب: شیریں زادہ خدوخیل
الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، فروری 2006ء

(25) رسول اکرم ﷺ کا دستر خوان: شیریں زادہ خدوخیل
الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، اکتوبر 2003ء

(26) رسول اکرم ﷺ کا نظام جاسوسی: پروفیسر محمد صدیق قریشی
شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، نومبر 1990ء

(27) رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ: پروفیسر محمد صدیق قریشی
شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، طبع دوم 1981ء

(28) رسول رحمت ﷺ تلواروں کے سائے میں (جلد اوّل) حافظ محمد ادریس
حرا پبلی کیشنز، لاہور، طبع اوّل نومبر 1991ء

(29) رسول عربی اور عصر جدید: سید محمد اسماعیل
احمد پبلی کیشنز، لاہور، اگست 2003ء

(30) سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ (جلد اوّل): شاہ مصباح الدین شکیل
P.S.O کراچی، طبع اوّل 1987ء

(31) سیرۃ النبی ﷺ (جلد اوّل، دوم، پنجم): شبلی نعمانی / سید سلیمان ندوی
مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور (س۔ا۔ن)

Marfat.com

(32) سیرۃ النبی ﷺ (جلد سوم): شبلی نعمانی / سید سلیمان ندوی

سروس بک کلب، 1986ء

(33) سیرۃ النبی ﷺ، علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون (تالیف) ڈاکٹر حافظ میاں قادری (مترجم)

الفیصل ناشران وتاجران کتب' لاہور' 2001ء

(34) سیرۃ النبی ﷺ کامل' ابن ہشام مولانا عبدالجلیل وغلام رسول مہر (مترجمین)

شیخ غلام اینڈ سنز' لاہور (س۔ا۔ن)

(35) سیرت المصطفیٰ ﷺ: حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی

زاویہ 'دربار مارکیٹ' لاہور' 2000ء

(36) شواہد النبوۃ 'علامہ عبدالرحمٰن جامی (تالیف) بشیر حسین ناظم (مترجم)

مکتبہ نبویہ 'گنج بخش روڈ' لاہور' 1985ء

(37) شمائل ترمذی مع اردو شرح فضائل نبوی ﷺ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ

مکتبہ رحمانیہ' لاہور' (س۔ا۔ن)

(38) عہد نبوت کے ماہ وسال' علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی (تالیف)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی (مترجم)

دارالاشاعت' کراچی' 1990ء

(39) عہد نبوی کے غزوات وسرایا: ڈاکٹر روفہ اقبال

اسلامک پبلی کیشنز' لاہور' طبع اوّل 1984ء

(40) عہد نبوی میں نظام تعلیم: مولانا محمد عبدالمعبود

مکتبہ رحمانیہ' لاہور' اکتوبر 2001ء

(41) معجزات سرور عالم، ولید الاعظمی (تالیف) حافظ محمد ادریس (ترجم)

مکتبہ احیائے دین' منصورہ' لاہور' فروری 2001ء

Marfat.com

اسلامی کتب

(42) اختلاف امت اور صراط مستقیم: مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
مکتبہ بینات، بنوری ٹاؤن، کراچی، (س۔ا۔ن)

(43) تاریخ مدینہ: شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
مقبول اکیڈمی، لاہور، 1988ء

(44) تاریخ مدینہ منورہ: شعبہ تحقیق و تالیف دار السلام
دار السلام، لوئر مال، لاہور، (س۔ا۔ن)

(45) خطبات: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، فروری 1990ء

(46) رمضان ماہ غفران، عائض عبداللہ القرنی (تالیف) محمود احمد غضنفر (مترجم)
حدیبیہ پبلی کیشنز، لاہور، (س۔ا۔ن)

(47) صحابہؓ کے واقعات، عبدالرحمٰن رافت پاشا (تالیف) محمد حنیف عبدالمجید (مترجم)
دار الھدیٰ، اردو بازار، کراچی، اکتوبر 2004ء

(48) مرنے کے بعد کیا ہوگا: مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ
دار الاشاعت، کراچی، (س۔ا۔ن)

(49) مسلمانوں کے شب و روز (لطائف المعارف، اردو ترجمہ)
عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلی الدمشقی (تالیف) مولانا مشہود احمد (مترجم)
مکتبہ العلم، اردو بازار، لاہور، (س۔ا۔ن)

Marfat.com

متفرق

(50) تمنائے تاب (سفرنامہ حجاز)' محمد سعید شیخ
سنگ میل پبلی کیشنز' لاہور' 2003ء

(51) رسوم جاہلیت' مولانا نجم الدین
مقبول اکیڈمی' لاہور' 1988ء

(52) کتاب الہند (اردو)' ابوریحان البیرونی
بک ٹاک' ٹمپل روڈ' لاہور' (س۔ا۔ن)

(53) گوتم بدھ (راج محل سے جنگل تک) کرشن کمار (تالیف) خالد ارمان (مترجم و مرتب)
نگارشات' لاہور' 2002ء

انسائیکلوپیڈیا

(54) فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا (تیسرا ایڈیشن)' فیروز سنز' لاہور

(55) مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا' لیوس مور (تالیف) یاسر جواد / سعدیہ جواد (مترجمین)
نگارشات' لاہور' 2003ء

(56) MICROSOFT ENCARTA ENCYCLOPEDIA
STANDARD 2005

Marfat.com

رسائل و جرائد

(57) دعوۃ (ماہنامہ) زبیر طارق (مدیر)

اکتوبر 2005ء اور مارچ 2006ء کے شمارے

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد

(58) فکرونظر (سہ ماہی) ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن (مدیر)

(اشاعت خصوصی بیاد ڈاکٹر حمید اللہ نمبر' اپریل تا ستمبر 2003ء)

ادارہ تحقیقات اسلامی' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد

(59) مسیحائی (ماہنامہ) مخدوم زادہ احمد خیر الدین انصاری (مدیر)

(ہادی اعظم نمبر اپریل 2005ء)' ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

(مدیر اشاعت خاص) B-197-بلاک A' شارع بابر' نارتھ ناظم آباد کراچی

☆☆☆☆☆

Marfat.com